سرائیکی لوک گیت

ڈاکٹر مہر عبدالحق ایم - اے
پی - ایچ - ڈی

بزم ثقافت - ملتان

سرائیکی لوک گیت

مرتبہ

ڈاکٹر مہر عبد الحق

پی۔ ایچ۔ ڈی

•

بزمِ ثقافت، ملتان

بار ــــــــــــ اوّل

تعداد ــــــــــــ ایک ہزار

سال ــــــــــــ ۱۹۶۴ء

ناشر ــــــــــــ بزمِ ثقافت ملتان

مطبع ــــــــــــ دین محمدی پریس لاہور

قیمت ــــــــــــ ساڑھے تین روپے

تقسیم کنندگان

مکتبۂ ادبِ جدید

۱۵ ر پٹیالہ گراؤنڈ، میکلوڈ روڈ، لاہور

دریائے سندھ کی لہروں کے نام!

ترتیب

پیش لفظ

اِس کتاب کو دو سال قبل شائع ہو جانا چاہیے تھا۔ لیکن اِس تاخیر کا باعث کچھ ڈاکٹر مہر عبدالحق صاحب کی مصروفیتیں ہیں، اور کچھ ہماری مالی دُشواریاں۔۔!

اوّلاً یہ مضامین روزنامہ "امروز" لاہور میں قسط وار شائع ہوئے تھے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے ان مضامین پر نظرِ ثانی کی اور ایک کتاب کی صُورت میں مرتّب کر کے اپنی کتابوں کے انبار میں پھینک دیا۔ جہاں یہ مسوّدہ برسوں تک اِس بات کا منتظر رہا کہ آخر کوئی تو اس کی خبر گیری کرے گا، اور زیورِ طباعت سے آراستہ کرے گا۔ آخر ایک دن ڈاکٹر صاحب نے میرے اصرار پر بعد از خرابیٔ بسیار اسے تلاش کیا، اور جھاڑ پھونک کر میرے حوالے کر دیا۔ میرے ہاتھوں میں آ کر یہ مسوّدہ ایک بار پھر کاغذات کے ڈھیر میں گُم ہو گیا۔ اِس لئے نہیں کہ یہ میرے ذہن سے اُتر گیا تھا، بلکہ میں نے اسے دانستہ طور پر گُم کر دیا تھا، کیونکہ اُن دنوں ہماری مالی حالت کچھ دگرگوں تھی اور اتنے وسائل نہ تھے کہ اِس کتاب کو دلآویز طریقہ پر طبع کرا سکتے۔ اب جبکہ خواجہ فریدؒ کے نام پر "جشنِ فریدؒ" کے سلسلہ میں کچھ رقم ملی ہے، ہم بصد فخر یہ کتاب آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں۔

بزمِ ثقافت کے سلسلۂ مطبوعات میں یہ چوتھی پیشکش ہے۔ اِس سے قبل "ہیرت جہاد"۔ "کلامِ فریدؒ" اور "نغمۂ صحرا" اہلِ نظر کے ہاتھوں میں پہنچائی جا چکی ہیں۔

اگر حالات نے ساتھ دیا تو ہم یہ سلسلہ جاری رکھیں گے۔ اور سرائیکی زبان و ادب کے بارے میں تحقیقی، تنقیدی اور تخلیقی کتب شائع کرتے رہیں گے۔ اگر ہمارے کرمفرماؤں نے دستِ کرم کھینچ لیا، تو پھر ہم آپ سے معذرت کر لینے کے سوا اور کیا کر سکتے ہیں۔

یہ ہماری انتہائی بدقسمتی ہے کہ ہمارے صاحبانِ زر کے دلوں میں کارِ خیر کا جذبہ بہت کم ہے۔ وہ ان کاموں پر ایک کوڑی خرچ کرنا بھی گوارا نہیں کرتے، جن سے نمود و نمائش کا پہلو نہ نکلتا ہو۔ ادبی اور علمی ادارے اُس صف میں شمار ہوتے ہیں، جن کی امداد سے، دینے والوں کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا۔ یہ اور بات ہے کہ ان اداروں کا وجود ملک اور قوم کی روحانی اور وجدانی راہیں متعیّن کرنے اور آنے والی نسلوں کی جذباتی اور تہذیبی تربیت کے لئے ضروری ہے۔ لیکن ذہنی پس ماندگی کے اِس صحرا میں کون کسی کی سنتا ہے، اور پھر وہ بھی ایسی بات جس سے کچھ "نقصان" ہی ہوتا ہے اگر ادارۂ تعمیر تو حکومتِ مغربی پاکستان اور وزارتِ اطلاعات حکومتِ پاکستان کی مالی معاونت اور جناب رفعت پاشا شیخ کمشنر ملتان کی دستگیری شاملِ حال نہ ہوتی تو ملتان کی منجمد فضاؤں میں یہ ہلکا سا ارتعاش بھی پیدا نہ ہوتا۔

وطنِ عزیز کی ہر زبان اور خطّہ میں لوک گیتوں کا بیش بہا سرمایہ موجود ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ بہت کم لوگوں نے اس صنفِ ادب کے بارے میں دلچسپی کا اظہار کیا ہے۔ مشرقی پاکستان لوک گیتوں کا گھر ہے۔ وہاں کی موسیقی اور ادب کا بیشتر حصہ لوک دُھنوں اور لوک گیتوں پر مشتمل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بنگلہ ادب میں بے پناہ گہرائی گیرائی اور غنائیت ہے۔ لوک گیتوں کا رشتہ اپنی سرزمین اور عوام سے بہت گہرا

ہوتا ہے۔ یہ گیت خود بخود لوگوں کے دلوں سے پھوٹتے ہیں۔ اور ان کے جذبات کی صحیح عکاسی کرتے ہیں۔ ان گیتوں میں تصنّع، تکلّف اور کوشش کا کوئی عنصر نہیں ہوتا۔ اسی بے ساختہ پن اور جذبے کی صداقت کی وجہ سے یہ گیت فوراً دلوں میں اُتر جاتے ہیں۔ اور دِل کے دریا میں ہل چل پیدا کر دیتے ہیں۔ بنگال کا سب سے بڑا سحر اس کے یہی عوامی گیت ہیں۔ کوی جسیم الدین نے ایک بہت بڑا کارنامہ یہ سر انجام دیا ہے کہ انہوں نے بستی بستی گھوم کر ان گیتوں کو جمع کیا ہے۔ ان کی نوک پلک سنواری ہے اور انہیں یکجا کر کے کئی جلدوں میں شائع کیا ہے۔ یہ اتنا بڑا کام ہے کہ ان کا نام ابد تک زندہ رہے گا۔ خوش قسمتی سے اُنہیں عباس الدین احمد جیسا عظیم فن کار شریکِ کار کی صُورت میں مل گیا۔ اِن دونوں نے مِل کر ساز و آواز کے وہ چراغ روشن کئے ہیں جنہیں وقت کا بڑے سے بڑا طوفان بھی کبھی نہیں بجھا سکتا۔

ہماری سرزمین کے کوی جسیم الدین ڈاکٹر مہر عبد الحق ہیں۔ انہوں نے بھی نگری نگری گھوم کر سرائیکی زبان کے لوک گیتوں کے جواہر اکٹھے کیے ہیں۔ اور اس سلسلے کی پہلی جلد آپ کی خدمت میں پیش کر رہے ہیں۔ اِن گیتوں کو اکٹھا کرنے میں ڈاکٹر صاحب کو کئی مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑا ہوگا۔ اُنہیں تپتے ہوئے صحراؤں میں جھلسا دینے والی لُو کے تھپیڑے کھانے پڑے ہوں گے۔ اور وادیٔ سندھ کے "بیٹ" میں لئی کے گھنے جنگلوں میں میلوں پیدل چلنا پڑا ہوگا، تب کہیں جا کر اُنہیں یہ گیت ملے ہوں گے۔ اِن جانگسل صعوبتوں کے بعد ان گیتوں کو پا لینے سے اُنہیں جو مسرّت حاصل ہوئی ہوگی۔ وہی ان کی محنت کا صِلہ ہے۔ ورنہ ہم اور آپ اُنہیں کیا دے سکتے ہیں۔ زندہ معاشرے تو اپنے فن کاروں کو تخلیقی اور تحقیقی کام کرنے کے لئے مالی آسودگی بہم پہنچانے

ہیں تاکہ وہ یکسوئی سے کام کر سکیں۔ لیکن ہم لوگ اپنے دانش وروں اور فن کاروں کو صرف لفظی داد دیتے ہیں۔ اور یہ داد ڈاکٹر صاحب کو بہت ملے گی۔

یہ گیت آپ کے سامنے ہیں۔ میں اپنے آپ کو اِس قابل نہیں پاتا کہ ان کے بارے میں کچھ لکھ سکوں۔ آپ انہیں پڑھیں۔ ان کی دلکشی اور رعنائی خود بخود آپ کو اپنی گرفت میں لے لے گی۔ اِن گیتوں نے میرے ہموطنوں کے دِلوں میں جنم لیا ہے۔ اور ان کے عمیق جذبوں کی حرارت ان میں گھُلی ہوئی ہے۔ ان گیتوں میں ان کے آنسوؤں کے دیپ جھلملا رہے ہیں اور ان کی مسکراہٹوں کی دھنک بکھری ہوئی ہے۔ اِن گیتوں میں وادیٔ سندھ کے شاداب کھیتوں میں پھیلی ہوئی چاندنی کی نیم خوابی ہے اور صحرا کی تپتی ہوئی دوپہروں کی بیقراری ہے۔ ان گیتوں کو میرے دیس کی کنوؤاریوں نے شیشم اور نیم کی گھنی چھاؤں میں چرخہ کاتتے ہوئے گایا ہے، اور جیالے نوجوانوں نے کھجور کے سائے میں لیٹ کر گنگنایا ہے۔ یہ میرے وطن کی متاعِ عزیز ہیں اور اپنے اس عظیم سرمایہ کو میں کانپتے ہوئے ہاتھوں سے وقت کی لہروں کے حوالے کرتا ہوں ــــ آنے والی نسلیں یقیناً ڈاکٹر صاحب کی ممنون ہوں گی!

۶، دسمبر ۱۹۶۴ء

ریاض انور
سیکرٹری بزمِ ثقافت، ملتان

لوریاں

انگریزی کی ایک ضرب المثل ہے کہ وہ ہاتھ جو ہنڈولے کو جھلاتا ہے، دُنیا پر حکومت کرتا ہے۔

ماں کی گود بچے کا پہلا مدرسہ ہے، جس ماحول میں بچہ آنکھیں کھولے گا، جس قسم کی تربیت اُسے ایامِ طفلی میں دی جائے گی اور جس قسم کی فضا میں اس کی ابتدائی زندگی کے ماہ و سال بسر ہوں گے اس کے مطابق اس بچے کی سیرت تشکیل ہوگی۔

لوری کا رواج زمین کے ہر حصے پر ہے۔ کیونکہ انسانی فطرت نہ مقام کی پابند ہے اور نہ مصنوعی رسم و رواج کی۔ یہ ہر جگہ ایک جیسی ہی ہوتی ہے۔ ماں کی مامتا میں نہ یورپ کے متمدن ممالک میں کمی واقع ہوئی ہے اور نہ افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں، قدرت نے ماں کے دل میں یہ لطیف مگر قوی جذبہ پیدا نہ کیا ہوتا تو شاید انسان اشرف تخلیق کے اس مرتبے تک نہ پہنچتا۔ جس پر وہ آج نظر آرہا ہے۔

لوری ایک ایسا ہلکا پُھلکا گیت ہے جس کی طرزِ ادا قواعدِ موسیقی کی بجائے سازِ فطرت سے مطابقت رکھتی ہے۔ ہر وہ آرزو جو ماں کے قلبِ صمیم سے نکل کر گیت کے سانچے میں ڈھل جائے لوری ہے۔ اور ہر وہ لوری خواہ وہ فنِ شعر پر پُوری اُترے یا محض تُک بندی ہو، مامتا کے جذبات سے معمور

ہوتی ہے۔

ملتانی زبان کے علاقے کی وسعت کے باوجود ہمیں صرف دو لوریاں دستیاب ہو سکی ہیں۔ اس کی وجہ غالباً وہ اقتصادی زبوں حالی ہے۔ جو ماؤں کو بھی کسبِ معاش میں مصروف رکھتی ہے اور اُنہیں اتنی فرصت نہیں دیتی کہ وہ اپنے لاڈلوں کے پنگوڑے جھلا سکیں۔

اس کا اشارہ ہمیں لوری کے ایک شعر میں بھی ملتا ہے۔ جس میں کہا گیا ہے، کہ میں تو پانی لینے جا رہی ہوں، تیرے پنگوڑے کو میری لوری پہنچتی رہے گی، تیرا خدا حافظ ہو۔ ان دو لوریوں میں سے ایک لوری وہ ہے جو بچے کی پیدائش پر مراثی وغیرہ گاتے ہیں۔ اور دُوسری وہ ہے جو ماں اپنے بچے کے لئے گاتی ہے، دونوں میں جذبات کے اظہار کا فرق ظاہر ہے ؎

۱

تیڈا احمد اجیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں
جدّو والی جال سُہائی سرور والا تھلّا
کُھبّڑ والا جیندا راہی بیا دی ڈیوی اللہ
تیڈا احمد اجیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں
سرتے ڈیواں ٹوپیاں، ہتھ وِچ ڈیواں کانی
لال تیڈا لاڈلا، کھیڈاوَن والی نانی!
تیڈا احمد اجیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں
سرتے ڈیواں ٹوپیاں ہتھیں ڈیواں پھٹی

بال تیڈا لاڈلا، کھِڈاوݨ والی پھپھی

تیڈا اجمد اجیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں

سِر تے ڈیواں ٹوپیاں تے ہتھیں ڈیواں ہیٹ

بال تیڈا لاڈلا، کھِڈاوݨ والی بھیݨ

تیڈا اجمد اجیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں

گھوڑا نیلا سنجھ سنہری، ٹپ کے رکھیں ہتھاں

پینگھڑے کوں لولیاں میں پانی لاوݨ ونجاں

تیڈا اجمد اجیوے لال، لولی لال کوں ڈیواں

ترجمہ

"پیر جدو کے دربار کے جال کا درخت سر سبز ہو

اور سخی سرور کا تھڑا

تیرا یہ بچہ جیتا رہے اور اللہ تجھے دوسرا بھی عطا کرے

تیرا نومولود جیئے، میں اس لال کو لوری دوں

سر پر ٹوپی دوں اور ہاتھ میں تیر

بچہ تیرا لاڈلا ہے اسے نانی کھلائے گی

تیرا نومولود جیئے، میں اس لال کو لوری دوں

سر پہ ٹوپی دوں اور ہاتھ میں روئی کا گالا

بچہ تیرا لاڈلا ہے اسے پھوپھی کھلائے گی

تیرا نومولود جیئے، میں اس لال کو لوری دوں

سر پہ ٹوپی دوں اور ہاتھ میں موم کی گولی
بچہ تیرا لاڈلا ہے اِس کے ساتھ بہن کھیلے گی
تیرا نومولود جیئے، میں اس لال کو لوری دوں
نیلے رنگ کا گھوڑا جس پر سنہری زین پڑی ہے
تمہارا انتظار کر رہا ہے کہ تم اس پر چھلانگ لگا کر سوار ہو جاؤ
اچھا اب میں پانی لانے جا رہی ہوں تمہارا پنگوڑا جھولتا رہے
تیرا نومولود جیئے، میں اِس لال کو لوری دوں۔"

۲

دُوسری لوری ملاحظہ ہو ؎

لولی ڈیندی ہَیں ونجاں گھولی

لولی ڈیندی ہاں ہَیں رتّی دے راوے
بندہ خوشی دی تیڈی اکھیاں کوں آوے
لولی ڈیندی ہَیں ونجاں گھولی

لولی ڈیندی ہَیں ڈے نہ وادی
اکھّیں تے رکھدی تیڈی جند پیادی
لولی ڈیندی ہیں ونجاں گھولی

لولی ڈیندی ہیں بکھناں دے پیڑے
رنگ منجھیں تیڈے ماسے دے ویڑھے
لولی ڈیندی ہَیں ونجاں گھولی

آڈیم پلنگھا، پٹ دیاں لاہناں
جھوٹا دیندیں تھکّم نہ باہناں
لولی ڈیندی ہیں ونجاں گھولی
دِ ٹھے مینہہ در میڈے نے چکّاں
آہن وِیرہ تے لہسن سگّاں
لولی ڈیندی ہیں ونجاں گھولی
سم کے اُٹھی تے ویلے کوں جاگ!
تیڈے جاگیں میڈے ویڑھے کوں بھاگ
لولی ڈیندی ہیں ونجاں گھولی

ترجمہ

"پیارے! تمہیں لوری دیتے ہوئے تم پر سے قربان جاؤں
لوری دیتی رہوں، دیتی رہوں اور کبھی نہ تھکوں
میں تمہیں لوری دے رہی ہوں تاکہ تمہاری آنکھوں میں خوشی کی نیند آجائے
لوری دیتے ہوئے میں تم پر قربان ہو جاؤں
تمہاری پیاری جان کو اپنی آنکھوں پہ رکھوں
لوری میں اپنے نکھن کے پیڑے کو دوں گی
بھینسوں کی آواز تیرے ماموں کے ڈیرے سے آرہی ہے
لوری دیتے ہوئے میں تم پہ قربان ہو جاؤں
میں نے تیرے لئے جھولا لگایا ہے اور اس میں ریشم کی رسیاں باندھی ہیں

جھولا جھلاتے ہوئے میری باہیں کبھی نہیں تھک سکتیں!

لوری دیتے ہوئے میں تم پر قربان ہو جاؤں

برسات ہوئی ہے اور میرے دروازے پر کیچڑ پھیل گیا ہے

(ابرِ رحمت کا برسنا کیا اچھا شگون ہے) میرا بھائی آ رہا ہے، اب جی بھر کر

اُس پر سے واری جاؤں گی!

میرے لال! اب سو جا اور علی الصبح بیدار ہو!

تُو جاگے گا تو گویا میرے آنگن کو بھاگ لگ جائیں گے

تجھے لوری دیتے ہوئے تجھ پر سے قربان ہو جاؤں!"

اِن دو لوریوں کے علاوہ ایک تیسری لوری ہمیں ایسی دستیاب ہوئی ہے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بچہ تصوّر کر کے کہی گئی ہے۔ بلکہ یوں کہیئے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلّم کو خوابِ استراحت سے بیدار کرنے کا ایک گیت ہے۔ یہ لوری ایک قلمی بیاض میں درج ہے۔ جس کی بعض نظمیں ۱۸۷۱ء کی تحریر شدہ ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قدیم زمانے میں دینی تعلیم کے نصاب میں نور نامہ، معراج نامہ اور حلیہ مبارک کے ساتھ اس لوری کو بھی شامل سمجھا جاتا تھا۔ لوری کی زبان بھی اس کی قدامت پر دلالت کرتی ہے۔ ملاحظہ ہو ؎

اُٹھی جاگ محمدؐا، مِٹھے نیندر سے بھاگ

تُوں ہیں بخت جہان دا بخت چنگا بیدار

اُٹھی جاگ محمدؐا، تُوں بیلی ربّ رحمان

نندر نہ خالق پاک کوں، یاد کری سُبحان

اُٹھی جاگ محمّدا ، غفلت نال نہ سَم

نِندر نہ آوے عرش کوں جاگے لوح قلم

اُٹھی جاگ محمّدا ، مَلک بشارت ڈے

جہاں محبّت من دے وِچ کیا او نندر کرے

اُٹھی جاگ محمّدا ، سرور نبی حیات

نِندر تیر خالق پاک کوں جَیں خلقیا ڈینہہ رات

اُٹھی جاگ محمّدا ، سیّد صحیح حبیب

سِجھ نہ اکھیں لائیاں جاگے چندر غریب

اُٹھی جاگ محمّدا ، قادر کری سنبھال

نِندر نہ مُول بہشت کوں جاگے دوزخ نال

اُٹھی جاگ محمّدا ، رحمت وَسّی مینہہ

رات وچاری جاگدی سُکھ نہ سُتا ڈینہہ

اُٹھی جاگ محمّدا ، رحمت دی کر نگاہ

جو طالب ہے آخرت جاگے سنجھ صباح

اُٹھی جاگ محمّدا ، والی اُمّت زمان

سَمے زمین نہ نِندر وِچ گِردھیرے اسمان

اُٹھی جاگ محمّدا ، ہَنڑ نُور تجلّی وہال

بھوں نِندر کیتی ہی عاشق تیڈے اناں

اُٹھی جاگ محمّدا ، جاگن وحوش طیور

جانور ناہیں سمدے پکھیاں تلک حضور

اُٹھی جاگ محمدّا، تیںڈا نام نبی
سچا خالق جاگدا، توں دی جاگ صحیح

اُٹھی جاگ محمدّا، مالک مُلک نہ سو
مالک مُلک دا جاگدا تیکوں نیندر نہ ہو

اُٹھی جاگ محمدّا، خالق خلق رحیم
صاحب قدرت جاگدا قدرت نال قدیم

اُٹھی جاگ محمدّا، جلوے نُور وہن
ڈٹے پتھّر جاگدے پربت نیر وہن

اُٹھی جاگ محمدّا، اسے منبر محراب
چن، سجھ کھلوتے جاگدے تارے کوں نہ خواب

اُٹھی جاگ محمدّا، ڈِتا حکم اللہ
کُل جاگ پیغمبر جاگدا توں ہیں مصطفےٰ

ترجمہ:۔ "اے روحِ محمد جاگ! تیری جبین سے بخت جھلک رہا ہے تو کُل جہانوں کا بخت ہے اور بخت وہی اچھا ہوتا ہے جو بیدار ہو۔ تو ربّ رحمان کا (محبوب) ہے۔ خالقِ پاک کو نیند نہیں آتی، سجانہ تمہیں یاد کر رہا ہے!

اے روحِ محمدؐ! تو غافل ہو کر نہ سو، عرش اور لوح و قلم کو بھی نیند نہیں آتی

اے روحِ محمدؐ! بیدار ہو اور اپنی اُمّت کو خوشخبری دے، جن کے دل میں محبّت ہوتی ہے، وہ کب محوِ خواب ہوتے ہیں۔ خالقِ اکبر، جس نے دن رات بنائے

ہیں، جاگ رہا ہے۔ تو سرورِ نبی ہے اور تا قیامت زندہ ہے۔

اے سیّدِ صحیح حبیب جاگ! اور دیکھ کہ سورج اور چاند غریب بھی تیرے انتظار میں جاگ رہے ہیں، دوزخ اور بہشت جاگ رہے ہیں۔ رات بیچاری بھی جاگ رہی ہے، اور دن کو بھی قرار نہیں ہے!

اے روحِ محمد! تجھ پر رحمت کا مہینہ برسے، اب رحمت کی نگاہ سے دیکھ! جو لوگ آخرت کے طلبگار ہیں۔ صبح و شام جاگ رہے ہیں۔ اب جاگ اور نورِ تجلّی کا غسل کر لے۔ بہت دیر تک تُو سو چکا ہے۔

دیکھ! جنگل کے چرند پرند اور وحوش و طیور بھی تیرے انتظار میں جاگ رہے ہیں۔ پربت، پہاڑ اور پتھر تک سب تیرے لئے چشم براہ ہیں اور منبر و محراب تیرے لئے منتظر ہیں۔ تمام پیغمبر جاگ رہے ہیں، اور تُو تو اِن سب سے برگزیدہ اور افضل ہے!"

بچیوں کے کھیل کے بول اور گیت

خدا نے بہن کے دل میں بھائی کے لئے جو محبّت رکھ دی ہے، وہ شاید ماں کی مامتا سے بھی زیادہ شدید ہے۔ کہتے ہیں کسی بادشاہ نے ایک قیدی عورت سے پوچھا کہ اگر تمہیں رہا کر دیا جائے اور یہ بھی کہا جائے کہ اپنے خاوند، بیٹے اور بھائی میں سے کسی ایک کی جان بخشی کرا لو، تو تم کس کی سفارش کرو گی۔ عورت نے بلا تامل کہہ دیا کہ میرا بھائی مجھے دے دو۔ اگر میں زندہ ہوں تو مجھے خاوند بھی مل سکتا ہے اور قسمت ہوئی تو بیٹا بھی، مگر میری موئی ماں کی نشانی مجھے قیامت تک کوئی نہیں لوٹا سکتا۔

بہن ننھی بچی ہو یا جوان لڑکی، شادی شدہ ہو یا کنواری، ہر وقت اپنے بھائی کی محبت میں سرشار رہتی ہے۔ گڑیوں کا کھیل کھیلا جا رہا ہے یا چرخہ کاتا جا رہا ہے، پیپل پر جھولے پڑ رہے ہیں یا چاندنی راتوں میں ہم عمر سہیلیوں کے دائرے بن رہے ہیں۔ ہر وقت اور ہر موقع پر ایک گیت الاپا جا رہا ہے، جس کے ہر بول سے خواہ وہ محض تک بندی ہی کیوں نہ ہو، بہنوں کی سیدھی سادی محبت جھلک رہی ہے۔ چند گیت ملاحظہ ہوں :-

گڈیوں کا بیاہ :- گڑیا کا بیاہ رچایا جا رہا ہے۔ نوخیز لڑکیاں جمع ہیں

کوئی تصنع نہیں۔ بڑے معصومانہ انداز میں بیاہ کی مروّجہ رسمیں ادا ہو چکی ہیں دولہا کی برات آنے والی ہے۔ استقبالیہ پارٹی گیت گا رہی ہے:-

چِٹّے ڈند چنبے دیاں ہِن لڑیاں
میڈے نَیڻ تاں لائی کھڑے پھلجھڑیاں
تُساں آؤ سَیو! لنگھ آؤ سَیو
میڈے وِیر دا چیکو گھن آؤ سَیو
ایہو چیکو تاں مَلّن امیر سَیو
میرے وِیر کوں مِل گئی ہیر سَیو

ترجمہ

"سفید سفید دانت گویا چنبیلی کی کلیوں کی لڑیاں ہیں (وفورِ شوق میں) میری آنکھوں سے پھلجھڑیاں چھوٹ رہی ہیں۔ آجاؤ سکھیو، آجاؤ اور میرے بھائی کا اُبٹنا لے آؤ۔ یہ اُبٹنا معمولی قسم کا اُبٹنا نہیں بلکہ وہ ہے جسے امیر لوگ استعمال کرتے ہیں۔ میرے بھائی کو دُلہن بھی ہیر ایسی خوبصورت ملی ہے۔"

یہ بند بار بار دُہرایا جاتا ہے۔ اور اُبٹنے کی بجائے مہندی، سہرے اور پوشاکوں وغیرہ کے نام بدلے جاتے ہیں۔ دولھا میاں کی برات آگئی۔ سہرے گائے گئے۔ ہنسی مذاق کی باتیں ہو لیں۔ اب دولہا اور دُلہن کو ایک ساتھ بٹھایا گیا ہے۔ اس موقع پر بامعنی الفاظ کے کچھ بے معنی موزوں جملے اور کچھ بامعنی مترنم مصرعے مل کر گائے جاتے ہیں:-

لٹھے دی چادر سلیٹی رنگ ماہیا

چولا گھن آئیاں ، میڈی آ نازو

بنّاں لامہندی ، بنّاں بہہ چھپّے

ہنسی اے موری اے لال کٹوری اے

کنگناں دی جوڑی اے ، اے ستوہ آیا ہے

نازو کول بلہایا ہے

جھل پکھا تے آوے ٹھنڈی وا

میڈے وِیر کوں رنگ چالا

ترجمہ

" لٹھے کی چادر، جس کا رنگ سلیٹی ہے ۔ اور ایک قمیص (بطور تحفہ) لے کر آئی ہوں، میری ناز بھری دُلہن آجا، میرے بنّے ! مہندی لگالے اور چھپّے کے قریب بیٹھ جاؤ۔ میری ہنسلی دیکھو، لال کٹوری اور کنگنوں کی جوڑی دیکھو ! دولہا آگیا ہے ــ ناز بھری دلہن کے پاس بٹھا دیا گیا ہے ــ پنکھا کرو، ٹھنڈی ہوا آئے ۔ اور (اے خدا !) میرے بھائی کو تو (اپنی رحمت میں) رنگ دے !"

زیوروں کا گیت

ایک اور گیت ملاحظہ ہو، جس میں زیورات کا ذکر ہے ۔ یہ گیت ڈھولک پر گایا جاتا ہے :-

میڈی نازاں والی نَسبی ، ڈیسیم دیر گھڑا ، پے گئی ہے لمبڑے راہ

اللہ توں سجن مِلا ! ــــــ میڈی نازاں والی نسبی

نازاں والی نَسبی تے کنّاں والا جوڑا ، ڈیسم دِیر گھڑا

اللہ توں سجن مِلا ——— میڈی نازاں والی نسی
نازاں والی نسی تے گل والی ہسڑی، ڈیسیم ویرہ گھڑا
اللہ توں سجن ملا ——— میڈی نازاں والی نسی

ترجمہ

"نازک نسی اور کانوں کی بالیاں "ویرہ" بنوا دے گا۔ میرے، اور دوست کے درمیان بہت طویل فاصلہ ہوگیا ہے، اے اللہ مجھے میرا دوست مِلا دے! کانوں کی بالیاں، گلے کی ہنسلی مجھے میرا بھائی بنوا دے گا۔"

(نسی کانوں میں ڈالنے کا ایک زیور ہے، اور یہ بول دُہرائے جاتے ہیں!

چھیکل یا چکری کا گیت

چاندنی راتوں میں دیہات کے کھلے میدانوں میں، یا کسی بڑے مکان کے صحن میں لڑکیاں جمع ہو جاتی ہیں اور ایک دُوسرے کے پنجے میں پنجہ ڈال کر دائرہ سا بنا لیتی ہیں اور دائرے میں تیزی سے گھومنا شروع کر دیتی ہیں، اِس دلچسپ کھیل کو چھیکل یا چھنجیکل کہتے ہیں۔ وسط پنجاب میں بھی اس کا رواج ہے، جہاں اسے "چکری کھانا" کہتے ہیں۔ رہتک، کرنال، گڑگانواں وغیرہ میں یہ کھیل "آؤ ری بہنو چکری کھائیں" کے بول سے شروع ہوتا ہے۔ ملتانی زبان کے علاقے میں ذیل کے دلچسپ موزوں جملے گائے جاتے ہیں:۔

"چھنجیکل بانوݨ آیاں، ڈُوڈل گھمانوݨ آیاں، ڈِڈو وَل میڈی بھنبھیری دے، چار چھنے پھوری دے، ہک چھناں پتلا، بھابھی دا مُنہ رنلا، وَڈا اماماں منجھیں ڈِ ہیندا، نِکا ماماں گائیں!"

ترجمہ

"میں چکری ڈالنے آئی ہوں۔ گیسوؤں کے دو بل گندھاؤں گی۔ دو بل میری بھمبیری کے ہیں، چار پیالے چوری کے، ایک پیالہ پتلا۔ بھاوج کا چہرہ خوبصورت ہے۔ بڑا ماموں مجھے بھینٹیں دیتا ہے (اور) چھوٹا ماموں گائیں!"

۲

"پیر گھساواں پیر گھساواں، پیراں دے ڈُو کڑے جی، ہم سُنارے گھڑے جی، پیکیں گھر ویندی ہاں، کیڑھا کم کریندی ہاں، تھالی منگر دھوندیاں، وڈی بھابھی پُتر جایا، مٹھی بولی ڈیندیاں۔ نکی بھابھی دھی جائی لٹ ڈے پُریندیاں۔ ناں رو بھتریجا وے، پُوا اوے گھولے!"

ترجمہ

"پاؤں گھساؤں، پاؤں گھساؤں، پاؤں کے دو کڑے، سُنار نے گھڑے ہیں، میکے جاتی ہوں تو کون سا کام کرتی ہوں، تھالی اور کٹورا دھوتی ہوں، چھوٹی بھاوج کے ہاں لڑکی پیدا ہوئی اسے پاؤں سے دفن کردوں گی۔ بڑی بھاوج نے بیٹا جنا، اسے میٹھے سُروں میں لوری دوں گی۔ نہ رو بھتیجا! پھوپھی قربان جائے!"

۳

"ہوتے ہوتے بھائی کپڑے دھوتے، لڑھدیاں آئیاں سانگاں پُلیندے آئے طوطے، طوطا شاہ سکندر دا، پانی پیوے اندر دا، کم کرے جُدائی دا، نیلا گھوڑا بھائی دا، اچی جام چاچے دی،

چھلیاں والے کاکے دی، کاکڑے کھڈیندیاں، چار چھلّے پہندیاں، ہِک چھلّا تِپلا بھابھی دا منہ چکلا، پہنتی چولا پنیاں دھپ تے، وِیر میڈا سُکھ تے، آ ونج وِیرا، کھا ونج سیرا پیکے گھر ویندیاں، تھالی مُنگر دھوندی ہاں، تھالی مُنگر چِٹا، ماپیو مِٹھا!"

ترجمہ

"بھابی نے کپڑے دھوئے ہیں، سانگلیاں بہتی آئیں اور طوطے بولتے آئے طوطا شاہ سکندر کا، اپنے اندر کا پانی پیتا ہے۔ جُدائی ڈالنے کا کام کرتا ہے۔ نیلا گھوڑا بھائی کا، اونچی "جام" بچے کی ہے۔ چھوٹے بھائیوں کی انگلیوں میں چھلّے ہیں، میں چھوٹے بھائیوں کو کھلاتی ہوں اور چار چھلّے پہنتی ہوں۔ ان میں سے ایک چھلّا تپلا ہے، میری بھاوج کا منہ چوڑا چکلا ہے۔ دوپٹہ اور چولا پہنتی ہوں۔ دوپٹہ اور چولا دھوپ میں ہے، میرا بھائی سُکھ میں ہے۔ آجا میرے بھائی حلوا کھالے میں میکے جاتی ہوں تو تھالی اور کٹورا صاف کرتی ہوں، تھالی اور کٹورا سفید ہے ماں باپ میٹھے ہیں!"

۴

"بیچکل پانواں چنگ پاواں، چولی کوں میں انگ لانواں، چولی لگا میوہ میڈے وِیر دا منگیوا، اندر کھانواں مِسّی ترِٹّی، باہر کراں وڈائی، میڈی پوپلی بھجائی، میڈی لچھّو بھجائی، پلنگ پیڑھا اُچّا، گھن آیا چُوڑا سُچّا۔ سیچے چوڑے وچ کلائی، میکوں جلن آئی بھجائی، کھاوے کھیر تے ملائی۔ اِنُوں اُنُوں باجھری اَدھ وِچ جُوار، ڈیکھو وِیر دی کنوار، زیور زریاں دے نال، چھج گاہنڑیاں دے نال۔ چھج

بھریا مُساگ دا، اَماں دے سُہاگ دا۔ تُسیلے والی سُتھن اے کناری والا چولا۔ اَمّاں دُوو دانے دے، چکّی گھر کا نونڈ ڈبے۔ چکّی ہے ہریڑ دی، پگ میڈے ویر دی۔ چھج بھریا مہندی دا، ویر دی منگیندی۔ کھارا بھرا پھلاں دا، اُدھ میڈا اُدھ میڈے ویر دا!"

ترجمہ

"چیکل ڈالوں، پنجہ ڈالوں، چولی کو مَیں نشان لگاؤں، چولی کو میوہ لگا، میرے بھائی کی منگنی ہوئی۔ گھر کے اندر رُوکھی سُوکھی کھالوں لیکن باہر لوگوں میں بڑائی کروں میری اچھی بھاوج! پلنگ اور پیڑھی اونچی ہے۔ بھائی سچا چوڑا لے آیا ہے، اس کی کلائی میں سچا چوڑا ہے اور میری اچھی بھاوج مجھے ملنے آئی ہے۔ دُودھ اور ملائی سے اس کی تواضع کروں گی۔ اِدھر اُدھر باجرہ، بیچ میں جوار ہے، میرے بھائی کی دُلہن تو ذرا دیکھو، کیسے سنہری زیور ہیں۔ چھاج بھر زیور ساتھ لائی ہے چھاج مساگ کا بھرا ہُوا ہے، جو اَمّاں کے سُہاگ کا ہے۔ تُسیلے کی قیمتی شلوار ہے اور کناری والا کُرتا۔ اَمی جان! مجھے تھوڑی سی گندم دے دو، چکی میں پیسنے دے چکی ہلیلے کی ہے، دستار میرے بھائی کی ہے۔ مہندی کا بھرا ہُوا چھاج، میرے بھائی کی منگیتر کا ہے۔ پھولوں کا ٹوکرا ہے۔ آدھا میرا ہے اور آدھا میرے بھائی کا!"

فنّی لحاظ سے یہ بول بے حد ناقص ہیں اور تُک بندی سے زیادہ وقعت نہیں رکھتے مگر اِس قسم کی تُک بندی پاکستان و ہند کی تقریباً ہر زبان میں موجود ہے اور غالباً عوامی شاعری کی بالکل ابتدائی صورت ہے۔ لہٰذا ان بولوں کی اہمیّت ان سیدھے سادے جذبات کی وجہ سے ہے جو تخیّل کی آمیزش کے

بغیر اسی طرح ادا کر دیئے گئے ہیں، جس طرح محسوس ہوئے ہیں۔

لباس اور زیور

رنگ رنگ کی پوشاکوں اور سونے چاندی کے زیوروں کی خواہش غالباً ہر ملک اور ہر زمانے کی عورت کے دل میں موجزن رہی ہے۔ بھائی سوداگری میں دیس بدیس پھرتے ہیں اور بہنیں ان کی سلامتی کی دعائیں مانگتی رہتی ہیں۔ اور ساتھ ہی اپنا دل پرچاتی ہیں کہ میرے لئے طرح طرح کے کپڑے اور زیور لائے گا۔ ایک گیت کا بند ملاحظہ ہو جس میں مختلف زیوروں کے نام لئے جاتے ہیں، اور جملوں کو کئی بار دہرایا جاتا ہے:۔

اگاں دے اولے اولے کنگن گھڑیندیاں
اُڈ اُڈ پوندی ہے ریت سوہنا توں جانڑیں
میڈا ادیہ گیا پردیس سوہنا توں جانڑیں
گھدی آندے کنگھیاں کھیس سوہنا توں جانڑیں

ترجمہ

"آک کے پودوں کے اُس پار (شہر میں) میرے کنگن تیار ہو رہے ہیں
آندھیاں چلتی ہیں اور ریت اُڑ اُڑ کر آ رہی ہے، اے خدا! تو جانتا ہے میرا
بھائی پردیس گیا ہے۔ اے خدا! تو جانتا ہے میرے لئے کنگھیاں اور کھیس
لائے گا۔ اے خدا! تو ہی جانتا ہے!

اگلے وقتوں میں ایک رواج یہ بھی تھا کہ شریف گھرانوں کی بہو بیٹیاں فرصت کے اوقات گزارنے کے لئے ننھے منّے پرندے اور جانور پالتی تھیں۔ ایک تو اُن

کی ماںتا کی جبلت کی تربیت اور تسکین ہوتی رہتی تھی، دوسرے وہ ناپاک خیالات سے محفوظ رہتی تھیں۔ مقصد یہ تھا کہ پاکیزہ طریقے پر ان کا فالتو وقت بھی گزر جائے اور آنے والی زندگی کی تربیت بھی ملتی رہے اور ماںتا کی تسکین کے لیئے جانور اُن کی توجہات کا مرکز بنے رہیں۔ ایک لڑکی کا تلیر اُڑ گیا ہے، دیکھیئے کس بھولے پن اور سادگی جذبات سے تلیر کا گیت گایا جاتا ہے۔ جو بیک وقت قصیدہ بھی ہے اور مرثیہ بھی :-

امّاں میڈا کیں اُڈایا　　　کیں اُڈایا میڈا اتیر
اُڈیا تے وت نہیں آیا　　　تے رتاہ سڈایا میڈا اتیر

امّاں میڈا کیں اُڈایا

کتھوں دا اُڈیا کتھاں ونج بیٹھا　　　ونج بیٹھا ہے چھاں تے
ناز بھریا البیلا میڈا اتیر　　　لکھیا کھڑا ہے ہال تے

امّاں میڈا کیں اُڈایا

کتھوں دا اُڈیا کتھاں ونج بیٹھا　　　ونج بیٹھا ہے سر تے
ناز بھریا البیلا میڈا اتیر　　　جوگ جگیندا در تے

امّاں میڈا کیں اُڈایا

کتھوں دا اُڈیا کتھاں ونج بیٹھا　　　ونج بیٹھا ہے بھونہہ تے
ناز بھریا البیلا میڈا اتیر　　　گاہیں کریندے مونہہ تے

امّاں میڈا کیں اُڈایا

ترجمہ :- "اماں! میرا تلیر کس نے اُڑا دیا ہے، ہائے میرا تلیر اُڑ گیا اور

پھر نہیں آیا (شاید) شاہ نے بُلوا لیا ہے میرے تلیئر کو! اماں کس نے
اُڑا دیا ہے میرے تلیئر کو!

(آہ میرا تلیئر) کہاں سے اُڑا اور کہاں جا بیٹھا، چھاؤں میں جا بیٹھا
میرا تلیئر، میرا نازبھرا البیلا تلیئر جس کی یاد میرے دل پر نقش ہے،
امّاں کس نے اُڑا دیا ہے میرے تلیئر کو!

آہ! کہاں سے اُڑا اور کہاں جا بیٹھا میرا نازبھرا البیلا تلیئر، جو
اپنے دُر کے سوا کہیں چوگا نہیں کھاتا تھا، شاید سرکنڈے پہ جا بیٹھا
ہے، امّاں کس نے اُڑا دیا ہے میرے تلیئر کو!

آہ! میرا نازبھرا البیلا تلیئر، جو (کھری کھوٹی) منہ پہ کہہ دیتا تھا
کہاں سے اُڑا اور کہاں جا بیٹھا! شاید بھوسے کی ڈھیری پہ جا
بیٹھا ہوگا! امّاں کس نے اُڑا دیا ہے میرے تلیئر کو!"

اِن بولوں اور گیتوں کے مطالعہ سے ایک ایسے معاشرے کی
تصویر آنکھوں میں پھرنے لگتی ہے جس میں تصنّع کی بجائے خلوص تھا۔ امارت
کی جگہ غربت تھی۔ اور ہوا و حرص کی جگہ قناعت کا دور دورہ تھا!

فصلوں کے گیت

ملتانی زبان کے علاقے کی سب سے بڑی پیداوار گندم ہے، اگر گندم کی فصل سے متعلق ہمیں کوئی نظم نہیں مل سکی۔ شاید اس لئے کہ گندم کی پیداوار میں "دست دولت آفرین" کا حصہ بہت کم ہے۔ اور اسی وجہ سے "عوام" کو گندم کی فصل سے رومانی وابستگی نہیں ہے۔

گندم کے بعد کپاس اس علاقے کی سب سے بڑی فصل ہے۔ کپاس کی فصل کو ملتانی زبان میں "ونواڑ" کہتے ہیں۔ ونواڑ کی چنائی اکتوبر سے جنوری تک ہوتی رہتی ہے۔ لوگ دُور دُور سے جمع ہو کر کپاس چُنتے ہیں۔ مرد چنائی نہیں کرتے کیونکہ اِن دنوں اُن کے لئے گندم بونے کا کام زیادہ اہم ہوتا ہے جوان اور ادھیڑ عمر کی عورتیں ونواڑ بھی چُنتی رہتی ہیں اور اپنے اپنے رومانوں کے قصّے بھی ایک دُوسرے کو سناتی رہتی ہیں۔ اِس میلے کا نقشہ ذیل کی نظم میں کھینچا گیا ہے اور خُوب کھینچا گیا ہے۔

ایک معرکۃ الآرا عوامی گیت

یہ گیت جہاں ادبی لحاظ سے قابلِ قدر ہے، وہاں معنی خیز بھی ہے بعض بالکل سچی تصویریں اشعار کے لباس میں پیش کی گئی ہیں۔ انوکھی بحر

اور دلکش طرزِ ادا گیت کی موسیقیت میں اضافہ کرتی ہے۔

وَنواڑ

موسم آئی ونواڑ دی چُنڑ دیاں کملیاں بھولیاں
ٹبیاں تے چڑھ چڑھ ہکلاں مارِن
اُڈ اڈی کاکیاں تَرڑے واڑِن
سَبڈ توں سَبڈ
بھج آؤسی بھج
واڑ ہِن اَج
ہک بئے دی وَت رِیس کنوں بھر بھر بھندیاں جھولیاں
موسم آئی و نواڑ دی چُنڑ دیاں کملیاں بھولیاں
گُونجاں وانگوں بَدھِن قطاراں
سینگیاں سَیاں لکھ تے ہزاراں
ہاسے اَتے کھِل
بہوں رَل مِل
مُٹھی گئی ہے دِل
مینڈھیاں والیاں کٹھیاں ہویاں گالھیں فراق دیاں چولیاں
موسم آئی ونواڑ دی چُنڑ دیاں کملیاں بھولیاں
جڈاں ہووِن واڑ سویلے
لاوِن سُرخیاں کجلے تیلے

پھٹیاں چُنڑ سُوں
گاہیں کر سُوں
وِچھڑے مِلسُوں
مِلک تاں تیڈا یا اے توں کیوں مرنیدئیں بولیاں
موسم آئی وِنواڑ دی چُنڑ دیاں کملیاں بھولیاں
ٹھڈ وِچ کہیں دے بال گھگھاوِن
جِرّھں کنوں کئی ترس نہ کھاوِن
واڑ چُنڑ ول
جھولیاں بھروں
بھر بھر جُھلوں
تیڈیاں تاں کاکی ڈھیر ہِن مَیں تاں چُنڑیاں ہِن تھولیاں
موسم آئی وِنواڑ دی چُنڑ دیاں کملیاں بھولیاں
پھیرے مار کے آوِن وَل
آکے رِہن بالاں دی گل
اُمڑی بھولی
صدقے گھولی
ڈیوے لولی
بال جھنڈولے ڈھاک تے ٹُر دیاں مست مولیاں
موسم آئی وِنواڑ دی چُنڑ دیاں کملیاں بھولیاں

واڑاں دے وچ ڈھو نہیں لگے

ہک بئے کنوں ڈھاہن اگے

چُنڈیاں گیاں کُھس

چولیاں گیاں پُس

یار گئے نی رُس

پانی دی رِم جھم، رِم جھم، تِرم تِرم، شبنم ڈیندی لولیاں

موسم آئی وَنواڑ دی چُنڑدیاں کملیاں بھولیاں

روزی دی خاطر وطن سٹیوسے

مُلک بگانے آن رُلیوسے

غربت دی سانگ

دلبر دی تانگ

ہیراں دے وانگ

دیس بدیس دوچ پیٹ دی خاطر دَر دَر عزّتاں رولیاں

موسم آئی ونواڑ دی چُنڑدیاں کملیاں بھولیاں

ترجمہ

"کپاس چُننے کا موسم آیا، بھولی بھالی سادہ لوح دوشیزائیں کپاس چن رہی ہیں۔ لڑکیاں بالیاں کھیتوں کی مینڈوں پر چڑھ چڑھ کر آوازیں دیتی ہیں، کہ آجاؤ بہنو، آجاؤ! کپاس کے پھول کھل گئے ہیں آج!

بلاوے پر بلاوا آ رہا ہے کہ ادی بہن دوڑ کر آؤ، آج کپاس چنی جائے گی

پھر جلدی جلدی جھولیاں بھرتی شروع کر دیتی ہیں، تاکہ ایک دوسرے سے سبقت لے جائیں۔

کپاس کی چُنائی کا موسم آ گیا۔ بھولی بھالی سادہ لوح لڑکیاں کپاس چُن رہی ہیں (یہ بھولی بھالی الہڑ لڑکیاں) کونجوں کی طرح قطاریں باندھ لیتی ہیں۔ سینکڑوں، بلکہ ہزاروں کم سن بھولی بھالی ہم عمر دیہاتی لڑکیاں! اور پھر ہنسی مذاق کی باتیں ہوتی ہیں۔ جب یہ (ذرا دم لینے کو) مل بیٹھتی ہیں۔ اور ہاں، "آہ! میرا دل لُٹ گیا" کی آپ بیتیاں!

کیا سماں بندھ گیا ہے، گیسوؤں والی ناکتخدا لڑکیاں جمع ہوئی ہیں، اور انہوں نے محبُوب کے فراق کے افسانے چھیڑ دیئے ہیں۔ کپاس چُننے کا موسم آ گیا ہے اور بھولی بھالی لڑکیاں کپاس چُن رہی ہیں!

جب واڑ کی چنائی صبح سویرے شروع ہوتی ہے تو (حُسن نمائی کی خاطر) یہ خُوب سنگار کر کے آتی ہیں، سُرخی، کاجل اور تیل سے آراستہ ہو کر، اور دل ہی دل میں منصوبے باندھتی رہتی ہیں کہ آج کپاس کے پھُول چُنیں گے۔ ایک دُوسرے کی آپ بیتیاں سُنیں گے اور بچھڑے ہوؤں کے میلے ہوں گے پھر ایک حسینہ دوسری سے کہے گی، "یہ زمیندار تو تمہارا دوست ہے۔ تُو مجھے کیوں طعنے دیتی ہے"!

بعض بچوں کی مائیں ایسی بھی ہیں، جن کے بچے سردی کی وجہ سے گھگھیا رہے ہیں۔ مگر یہ سخت دل مائیں زیادہ کپاس چُننے کے لالچ میں آ کر اُن پر ذرا بھی ترس نہیں کھاتیں اور یہی کہتی رہتی ہیں کہ "کپاس چُنیں، جھولیاں بھریں اور

بھر بھر کرے چلیں۔ (پھر کہیں)، اری بہن! تیری کپاس تو بہت زیادہ ہے افسوس میں نے ابھی تک بہت کم چنی ہے"۔

بعض مائیں ایسی بھی ہیں جو ہر پھیرے پر اپنے بچوں کے پاس واپس آکر اُن کی خبر گیری کرتی ہیں اور کہتی ہیں۔"تیری دیوانی ماں تجھ پر سے قربان ہو، میرے بچے سو جا! میں تمہیں لوری دے رہی ہوں"۔ اور بعض جوان مائیں اپنے بچوں کو نازک کمر پر اٹھائے اس طرح پھر رہی ہیں گویا مست مولیاں ہیں!

ونواڑ کے کھیتوں میں (عشق و محبت کی) آگ بھڑ بھڑ کائی جاتی ہے، جس میں یہ بھولی بھالی لڑکیاں ایک دوسرے سے پہلے گرتی ہیں (دیکھیے، یہ بھی کیا خوب نظارہ ہے) دوڑ بھاگ میں لہنگے پھٹ گئے ہیں، کرتیاں گیلی ہو گئی ہیں، اور دوست بھی روٹھ گئے ہیں (پودوں کی پتیوں اور کونپلوں پر) پانی کے قطروں کی رم جھم رم جھم لگ رہی ہے، اور شبنم (کپاس کے ڈوڈوں کو) لوریاں دے رہی ہے!

(ہائے غربت) ہم نے روزی کی خاطر وطن کو خیرباد کہا اور ہم بیگانے دیس میں آوارہ و سرگرداں ہیں۔ مفلسی کا نیزہ، محبوب کا انتظار، دونوں تیر کی مانند ہیں (جو جگر کے پار ہو جاتے ہیں)

پیٹ کی آگ بجھانے کی خاطر دیس بدیس کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں اور اپنی عزت و توقیر کو خاک میں ملا رہے ہیں۔

ونواڑ کی چنائی کا موسم آگیا ہے۔ کیا عجب موسم ہے، بھولی بھالی دہقان لڑکیاں کپاس چن رہی ہیں!"

پیلوں کے گیت

ملتانی زبان کا علاقہ زیادہ تر ریگستانی ہے اور ریگستان میں پیلو کے جنگل ہوتے ہیں۔ جو کسی شخص واحد کی ملکیت نہیں ہوتے۔ جو شخص جتنی چاہے پیلو جمع کر لے۔ جون کے اواخر میں جب گرمی کا شباب ہوتا ہے ریگستانی حُسن پیلو چُننے کے لئے گھروں سے نکل آتا ہے۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں سینۂ صحرا پر پھیل جاتے ہیں۔ اور پیلوؤں کے انبار لگا دیتے ہیں حُسن کے لالۂ صحرائی سے عشق کے بگولے ٹکراتے ہیں۔ محبّت کی پینگیں ایک جوانی سے دوسری جوانی تک بڑھتی ہیں۔ اور "جال" کے سرسبز پودوں کے سائے میں رومان کے نازک پھول بکھر جاتے ہیں۔

آ چُنڑوں رَل یار　　پیلوں پکّیاں نی

پکّیاں گُل گلنار　　پیلوں پکّیاں نی

پیلوں چُنڑدیں جیٹھ مہینے!

تتّی دیاں جُٹیاں مارن سینے

کجھ جھنڈو لے بال　　پیلوں پکّیاں نی

پیلوں چُنڑدیں یار ونجایم

وَل وَل پھراں اوہا جال

راندا رسّیاں نی　　پیلوں پکّیاں نی

پیلوں چُنڑدیں بوچھن پاڑیا

مینڈھیاں دے کھل گئے وال

سینہ ھاں بکھیاں نی   پیلوں پکیاں نی
آ چُنوں رل مل یار   پیلوں پکیاں نی
پیلوں چنڑدیں کنڈا اُڈّ پیا
کنڈا اگڈ سے میڈا یار
آساں پُنیاں نی   پیلوں پکیاں نی
آ چُنوں رل مل یار   پیلوں پکیاں نی

ترجمہ

"آ محبوب! مل جل کر پیلو چُن لیں۔ پیلو پک گئی ہیں اور پک کر گلِ گلنار کی طرح سُرخ ہو گئی ہیں!

جیٹھ مہینے کی دُھوپ میں پیلو چُنتے ہوئے صحرا کی دہقان عورتیں سینہ تان کر چلتی ہیں۔ ان کی بغل میں پھول ایسا شگفتہ بچہ ہوتا ہے ۔ آدوست! مل کر پیلو چُنیں، پیلو پک گئی ہیں!

پیلو چُنتے ہوئے میرا دوست مجھ سے بچھڑ گیا، اور میں بار بار اسی پیلو کے درخت کے آس پاس اُسے تلاش کرتی ہوں، کیا حسین کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ آ محبوب! مل جل کر پیلو چُنیں، پیلو پک گئی ہیں!

پیلو چُنتے ہوئے میرا دوپٹہ پھٹ گیا، اور میرے گیسو بکھر گئے۔ مانگ چمکنے لگی۔ پیلو پک گئی ہیں، اے دوست! آ دُچُنیں!

پیلو چُنتے ہوئے مجھے کانٹا چُبھا، یہ کانٹا میرے پاؤں سے میرا محبوب

نکالے گا! میرے دل کی مراد بر آئی — پیلو پک گئی ہیں دوست! آؤ! مل جل کر پیلو چنیں!"

ایک اور گیت ملاحظہ ہو:-

پکیاں پیلوں تے تھیاں گلزاراں آچنڑوں رل سانول یار

پیلوں پکیاں تے ایجھیاں پکیاں

چنڑ چنڑ سینگیاں سیاں تھکیاں

اجاں تاں پیلوں لال غلال، آچنڑوں رل سانول یار

پیلوں والے مست پیالے

جھاں پیتے تھین اُبالے

گھر کوں گئے ہن جندڑے مار، آچنڑوں رل سانول یار

فرشی بوٹا، عرشی پیلوں

راز ماہی دا پاک دلیلوں

لگے انب، انگور، انار، آچنڑوں رل سانول یار

ترجمہ

"پیلو پک گئیں، اور جنگل گلزار کا نمونہ پیش کر رہا ہے۔ آ سلونے یار! مل کر پیلو چنیں!

پیلو پک گئیں، اور ایسی پکیں کہ ہم عمر سہیلیاں چنتے چنتے تھک ہار گئیں (اس کے باوجود) پیلو ابھی تک ویسی کی ویسی سرخ ہیں۔ آ ساجن! مل کر پیلو چنیں!

پیلوُ چننے والے مست کر دینے والے پیالے کی مانند ہیں! جنھوں نے یہ پیالہ پیا، وہ ایسے بے صبر ہوئے کہ اُنہوں نے گھروں کو مقفل کر دیا۔ اور پیلوُ چُننے کے لئے چل دیئے۔ آ دوست! پیلوُ مل کر چنیں!

پیلو کا پودا اگرچہ "فرشی" چیز ہے، مگر اس کا پھل یقیناً عرشی ہے محبوب کا راز اور اس کی ماہیّت دلیل اور آراء سے پاک ہے۔ پیلوُ کیا پکے ہیں، گویا آم، انگور اور انار کے باغ کھل گئے ہیں! (ایسے ہیں) آجاؤ محبوب! مِل جُل کر پیلوُ چُنیں!"

پیلوُ کی چُنائی پر خواجہ فریدؒ نے بھی ایک کافی لکھی ہے جو عوام میں بہت مقبول ہے۔ اِس کافی کا صوفیانہ رنگ ملاحظہ ہو:۔

آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی!

کئی بگڑیاں کئی ساویاں پیلیاں   کئی بھوریاں، کئی پھکڑیاں نیلیاں
کئی اُودیاں گلنار، کٹویاں رتیاں نی
آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

بار تھئی ہے رشک اِرم دی   سِک سڑ گئی جڑھ ڈکھ تے غم دی
ہر جا باغ بہار، ساکھاں چکھیاں نی
آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

پیلوں ڈیلھیاں دیاں گلزاراں   کہیں گل ٹوریاں کہیں سر کھاریاں
کئی لابیٹھیاں بار، بھر بھر پچھیاں نی
آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

جال جلوڑیں تھئی آبادی   پل پل خوشیاں دم دم شادی

لوکی سہنس ہزار گل نے پھکیاں نی

آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

حوراں پریاں ٹولے ٹولے   حسن دیاں ہیلاں برہوں دے جھولے

راتاں ٹھڈیاں ٹھاد ڈینہیں تتیاں نی

آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

رکھدے ناز حسن پرور دے   ابرو تیغ تے تیر نظر دے

تیز تکھے ہتھیار، دلیاں پھٹیاں نی

آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

کئی ڈیون ان نال برابر   کئی گھن آون ڈیڈھے کر کر

کئی ویچن بازار ٹکیاں ٹکیاں نی

آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

کئی دھپ وچ وی چنڈیاں رہندیاں   کئی گھن چھاں چھنویرے بہندیاں

کئی چنڑ چنڑ بیاں ہار ہٹیاں تھکیاں نی

آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

پیلوں چنڑدیں بوچھنڑ لیراں   چولا وی تھیا لیر کتیراں

گڑے کرن پکار، سینگیاں ٹکیاں نی

آ چنڑوں رل یار، پیلوں پکیاں نی

آیاں پیلوں چنڑنڑ دے سانگے   اوڑک تھیاں فرید ن وانگے

چھوڑ آرام قرار، ہکّیاں پکّیاں نی
آ چُنڑوں رَل یار، پیلوں پکّیاں نی

ترجمہ

"پیلو پک گئی ہیں دوست! آؤ مل کر چُنیں! — پیلو سفید، سبز، زرد، بھوری، پھیکے نیلے رنگ کی، گُل نار، اُودی اور سُرخ رنگ کی ہیں — آؤ دوست! مِل کر چُنیں!

ریگستان رشکِ اِرم بن گیا ہے، دُکھ اور غم کی جڑیں سُوکھ کر جل گئی ہیں، ہر جگہ باغ و بہار ہے (اے محبوب)، تُو نے بھی یہ تازہ میوہ چکھا ہے؟

پیلو اور ڈیلوں کے گلزار ہیں، بعض (پیلو چُننے والیوں) کے گلے میں تیلیوں کی بنی ہوئی ٹوکریاں ہیں اور بعض کے سر پر کھاریاں ہیں، بعض کھجوروں کی پتیوں کی ٹوکریاں بھر بھر کر خرمن بنا رہی ہیں!

پیلو کے ہر چھوٹے بڑے درخت پر ہجوم کی وجہ سے آبادی نظر آتی ہے ہر کہ و مہ خوش و خُرّم ہے، جگہ جگہ اُنہوں نے جھونپڑیاں ڈال رکھی ہیں — یہ سب لوگ پیلو چُننے کے بہانے جنگل میں منگل منا رہے ہیں!

حُوریں اور پریاں گروہ در گروہ پھر رہی ہیں، جن کے حُسن سے متأثر ہو کر بادِ نسیم چل رہی ہے اور عشق کے طوفان بھی اُٹھ رہے ہیں — کیا خُنک راتیں ہیں! گرمی کا اَب تو نام و نشان تک نہیں! حُسن و نزاکت کے یہ پُتلے تیغِ ابرو اور تیرِ نظر ایسے تیز ہتھیاروں سے مسلّح ہیں، اور دلوں کو ایک ہی وار سے گھائل کر دیتے ہیں!

یہ حسین دوشیزائیں جب پیلو چن کر بازار میں آتی ہیں تو اُن کی قیمت (خریدار کے حوصلے کے مطابق) کم و بیش ہوتی ہے۔ کئی اناج کے برابر تول کر دیتی ہیں۔ کئی ڈیوڑھا اناج لے کر اور کئی بازار کی شرح کے مطابق تول کر!

کئی جفاکش ایسی بھی ہوتی ہیں جو دھوپ میں بھی پیلو چنتی رہتی ہیں، کئی پیلو سائے میں لے کر بیٹھی ہوئی ہیں، کوئی چنتے چنتے تھک ہار گئی ہیں!

آؤ دوست! (ہم بھی) مل کر پیلو چنیں!

پیلو چنتے ہوئے قمیصیں اور دو پٹے دھجیاں دھجیاں ہوگئے اور ہم عمر سہیلیاں اور سکھیاں (چننے والیوں کی مستی اور بے خبری پر) نکتہ چینی اور سرگوشیاں کرتی ہیں!

پیلو چننے کے بہانے آئیں، اور فرید کی طرح لٹ گئیں (دیوانی ہو گئیں) آرام اور قرار چھوڑ کر حیران و پریشان ہیں۔ آؤ دوست! (ہم بھی) مل کر پیلو چنیں!"

جگ راتے کے گیت

شادی کی تاریخیں قمری مہینوں کے حساب سے مقرر کی جاتی ہیں، بیاہ کے چاند کی پہلی تاریخ کو دولہا کے ہاں شادیانہ بجتا ہے جسے چندرانہ کہتے ہیں۔ یہ گویا عام اعلان ہوتا ہے، جسے سُن کر دوست احباب اور خویش و اقارب تیاریاں شروع کر دیتے ہیں۔ چندرانہ بجنے کے بعد سے شادی کی رات تک دُھوم دھام اور چہل پہل ہوتی ہے۔ دولہا کی بہنیں سہیلیوں کو جمع کر لیتی ہیں اور ساری ساری رات سہرے گاتی ہیں۔ اسے جگ راتا یا "جاگا" کہتے ہیں۔ ہنسی مذاق کی باتیں، معصوم چھیڑ چھاڑ، ٹھٹھول اور چُہلیں رنگینیوں کو رنگین تر بنا دیتی ہیں۔

جگراتے کے گیت مخصوص نہیں ہوتے۔ تالہ یا بندِ لَے نہیں ہے۔ اکثر گیت مذاقیہ ہوتے ہیں۔ فراق مُلتانی شاعری کا طُرّۂ امتیاز ہے۔ اُن میں بلا کی کشش ہوتی ہے۔ نوخیز دوشیزاؤں کا جُھرمٹ جب ڈھولک کی تھاپ پر کورس گاتا ہے تو فضائیں مسحور ہو جاتی ہیں اور شجر و حجر جُھوم جُھوم جاتے ہیں۔

بھانویں جانڑیں تے بھانویں نہ جانڑیں

میڈا ڈھول جواتیاں مانڑیں

لوکاں کوڑ دے گلڑے چائے نی

مہینوال ملے دے آئے نی

بھانویں جانڑیں تے بھانویں نہ جانڑیں — میڈا ڈھول جوانیاں مانڑیں
میں تاں پانی بھر بنیدیاں ڈولی — میکوں یار مریندا اے بولی
بھانویں جانڑیں تے بھانویں نہ جانڑیں — میڈا ڈھول جوانیاں مانڑیں
میں تاں پانی بھر بنیدیاں جھک دا — میڈا یار مسافر ہٹ دا
بھانویں جانڑیں تے بھانویں نہ جانڑیں — میڈا ڈھول جوانیاں مانڑیں
میں تاں پانی بھر بنیدیاں پتنوں — بگیں نین نہ رہندے تکنوں
بھانویں جانڑیں تے بھانویں نہ جانڑیں — میڈا ڈھول جوانیاں مانڑیں

ترجمہ

"میرے محبوب! تم میرے بنو یا نہ بنو اللہ کرے تمہارے نصیب میں جوانی کی سب مسرتیں ہوں۔ لوگوں نے یوں ہی جھوٹے بکھیڑے کھڑے کر رکھے ہیں! محبوب کے مہینوال آئے ہیں۔ مجھے اپنا سمجھو نہ سمجھو خدا انہیں جوانی کی مسرتیں عطا کرے!

میں ڈولی میں پانی بھرتی ہوں، اور میرا محبوب مجھ پر آوازے کستا ہے!

محبوب! مجھے اپنا جانو یا نہ جانو، بس جوانی کی مسرتیں لوٹتے جاؤ!

میں گڑھے کا پانی بھرتی ہوں۔ میرا محبوب دائمی مسافر ہے۔ محبوب!

مجھے اپنا بنا لو یا نہ، بس جوانی کے نشے میں چور رہو!

میں دریا سے پانی لاتی ہوں، بدبخت نگاہیں محبوب کو تکنے سے باز نہیں رہتیں

اے محبوب! مجھے اپنا سمجھو یا نہ سمجھو، بس جوانی میں سرشار رہو!"

کتنی سادہ سی آرزو ہے کہ اے دوست! مجھے اپنا بنا یا نہ بنا، تیری مرضی میری تو بس یہ دعا ہے کہ خدا تجھے بھرپور جوانی عطا کردے۔ شکست خوردہ محبت

اپنی آگ میں جل کر بھی اعترافِ شکست نہیں کرتی، بلکہ "میڈا ڈھول جوانیاں مانڑیں" کی آرزو بن کر اُبھر رہی ہے!

جُھمر ایک سادہ سا ناچ ہے، جس میں کسی خاص مہارت کی ضرورت نہیں! نوخیز لڑکیاں رنگین دوپٹے کمر سے باندھ لیتی ہیں اور دائرہ بنا کر جھمر کے بول گاتی ہیں اور ڈھولک کی تھاپ پہ زمین پر پاؤں مارتی اور ہاتھوں سے تالی بجاتی جاتی ہیں۔ جوں جوں ڈھولک کی تھاپ تیز ہوتی جاتی ہے۔ جُھمر کی رفتار بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ فضائیں جھومنے لگ جاتی ہیں۔ ایک بول ملاحظہ ہو:-

نہ بنھو پٹیاں، رَت روون اَکھیاں

آمل وے ماہی ٹھر ونجن اَکھیاں!

"میری آنکھوں پر پٹیاں مت باندھو، انہیں خون کے آنسو بہانے دو! آجا دوست آجا، تاکہ میری آنکھوں کو ٹھنڈک ملے!"

یہ بول گویا ٹیپ کا مصرع ہے، جو ڈھولک کی تھاپ اور گھنگھروؤں اور پازیبوں کی جھنکار پہ گایا جاتا ہے۔ دَم لینے کی خاطر بعض مخصوص قافیوں کے مصرعے گائے جاتے ہیں۔ مصرع ختم ہوتے ہی جُھمر کا بول پھر اُسی تیزی سے دُہرایا جاتا ہے۔ جس تیزی سے ڈھولک پر تھاپ پڑتی ہے۔ اس قسم کے ٹیپ کے بول یہ ہیں:-

۱۔ اللہ جوڑ سانگے، دل تانگھ تانگھے، سجناں دا مِلنا ڈُکھل بہانگے، اللہ جوڑ سانگے!

"اے خدا تُو سبب بنا دے، دل انتظار میں ہے، لیکن دوستوں کا

ملنا بہت ہی دشوار ہے، اے اللہ کوئی سبب بنا دے!"

۴۔ اکھیاں روون رت لوکو   کیوں ڈیندے ہومت لوکو
کیچی آئے ٹیچ کما گئے   سسی کوں سُتا چھوڑ سدھا گئے
ہوت پُنل کوں بیل چڑھا گئے   مٹھیاں وچ غفلت لوکو
اکھیاں رووِن رت لوکو!

ہے ہے مٹھڑی نظر نہ آندی   کیندیاں رکھساں باہنہ سرآندی
مولا بنا دے کیچ دی باندی   لُٹی ویندے ن جت لوکو
کیوں ڈیندے ہومت لوکو!

"آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں، اے لوگو کیوں مجھے نصیحتیں کرتے ہو؟ کیچ کے باسی آئے اور مجھے دغا دے کر چل دیئے۔ سسی نیند میں تھی۔ اُس کے محبوب کو اونٹ پر لاد کر لے گئے۔ اے لوگو! غفلت نے مجھے تباہ و برباد کر دیا۔ اب آنکھیں خون کے آنسو روتی ہیں!

ہائے مجھ تباہ حال سسی کو کچھ نہیں سوجھتا۔ کس کے بازو کا تکیہ بناؤں گی اب؟ میرے مولا مجھے (یہاں کی بادشاہی سے) کیچ کی غلامی منظور ہے۔ ساربان مجھے لوٹ کر لے جا رہے ہیں۔ مجھے کیوں نصیحتیں کرتے ہو لوگو!"

جگرانے کا یہ مشہور گیت دیکھیے، کس طرح رسم و رواج کے دبیز پردوں میں چھپی ہوئی آرزوئیں سطحِ شعور تک آرہی ہیں:-

کوٹھے تے پڑ کوٹھڑا اوے کوٹھے تے سکدا ئے گھا، بھلا
عشق بنائیاں پوڑھیاں، سوہناں تساں بنایا راہ، بھلا

کوٹھے تے پڑ کوٹھڑا دے کوٹھے تے ٹنگدی ریت، بھلا
اساں گُندھائیاں مینڈھیاں سوہناں کہیں بہانے ڈیکھ، بھلا
کوٹھے تے پڑ کوٹھڑا دے کوٹھے تے ٹنگدی مکئی، بھلا
سجن ڈکھالی ڈے گیا، ہیں کہیں بہانے گئی، بھلا
کوٹھے تے پڑ کوٹھڑا دے تے کوٹھے تے ٹنگدا اے گھا، بھلا
لکھ لکھ تھکیاں چھٹیاں توں کہیں بہانے آ، بھلا

ترجمہ

"عشق نے ہمارے دل میں، سیڑھیاں بنا رکھی ہیں، اور تم نے اے محبوب! ان سیڑھیوں کو اپنا مقرر راستہ بنا دیا ہے۔ اے محبوب! ہم نے چوٹی گندھوائی ہے کسی بہانے سے ہمارے اِن گیسوؤں پر ایک نگاہ تو ڈالو۔ ہائے ساجن نے جھلک دکھا دی ہے اور اب میرا یہاں رہنا ناممکن سا ہو گیا ہے۔ پیغام بھیج بھیج کر اب تھک ہار چکی ہوں۔ اے دوست کسی نہ کسی طرح ضرور آؤ!"

ملتانی کے اکثر گیتوں کی طرح اس گیت کا بھی ایک مصرع بے معنی اور محض برائے بیت، یا برائے وزن ہے۔ ذیل میں اسی قسم کا ایک اور گیت دیا جاتا ہے جو بندش الفاظ کے لحاظ سے نسبتاً زیادہ بلند ہے۔ یہ گیت ڈھولک اور گھڑے پر گایا جاتا ہے۔ اور جھمر کے لئے زیادہ موزوں ہے، ملاحظہ ہو:-

تیڈے کھوہ تے آئیاں ساوا نما کول
اساں جگ ٹبرے تساں لُٹیا ساکول
تیڈے کھوہ تے آئیاں

تیڈے کھوہ تے آئیاں ساکوں لگی گا دھی
اندر بہہ کے رونواں لکھی ہر توں ڈادھی
تیڈے کھوہ تے آئیاں

تیڈے کھوہ تے آئیاں ساکوں ڈے پٹیلا
جندڑی ہمسائی رنگ ساوا پیلا
تیڈے کھوہ تے آئیاں

تیڈے کھوہ تے آئیاں سجناں دی جھوک اے
ہک ماہیوے ڈاڈھا ڈوجھا ظالم لوک اے
تیڈے کھوہ تے آئیاں

تیڈے کھوہ تے آئیاں ساوے کریلے
جھوکاں لڈ ائنیں دل لگدے ویلے
تیڈے کھوہ تے آئیاں

تیڈے کھوہ تے آئیاں گابے پلاڈے
سجناں دا کوڑا اچھلڑے ولاڈے
تیڈے کھوہ تے آئیاں

ترجمہ

"اے رہزنِ تمکین دہوش! تم نے ہم ایسے جگ لٹیروں کو بھی ہدفِ نگاہ بنا لیا۔ اے دوست! کنجِ تنہائی ہے اور میں ہوں۔ جہاں رونے کے سوا مجھے اور کوئی کام نہیں۔ آہ تقدیر کا لکھا سب سے زیادہ طاقت ور ہے۔ فراقِ یار

میں) جان کھپا رہی ہوں - چہرے کا رنگ زرد پڑ گیا ہے - ایک ماں باپ سخت دل ہیں، دوسرے یہاں کے لوگ بڑے ظالم ہیں - تُو نے بھی اے دوست! نقل مکانی اُس وقت کی، جب عشق کا تیر جگر کے پار ہو چکا تھا - آہ اے بے وفا دوست! اے قول و قرار کے جھُوٹے ساجن! ہمارے "چھلّے" تو واپس کر دو! میری محبّت کی نشانی تو مجھے لوٹا دو!"

پرندوں کے ذریعے پیغام بھیجنا یا پرندوں سے باتیں کر کے دل کا غبار ہلکا کرنے کا دستور قدیم زمانے سے چلا آ رہا ہے اور نہ صرف پاکستان و ہند بلکہ یورپ تک کے ممالک میں اس کا رواج ہے - کہیں ابابیل کو مخاطب کیا جاتا ہے اور کہیں باز کو، کہیں چنڈول کو پکارا جاتا ہے اور کہیں بلبل کو - ہندی شاعری میں اگرچہ کبوتر، کونج، طوطا، پنچھی اور پکھیرو سب ہی کا ذکر ملتا ہے - مگر قاصد کا کام صرف کوّے سے لیا جاتا ہے - کوّے کے متعلق عام عقیدہ یہ ہے کہ اس کا منڈیر پہ آ کر کائیں کرنا کسی دوست کی آمد کی نشانی ہے - یہی وجہ ہے کہ کوّے کو راز دار اور اس کی کائیں کائیں کو اچھا شگون سمجھا جاتا ہے - ذیل کی نظم میں کوّے کے ذریعے اپنے محبوب کو پیغام بھیجا جا رہا ہے، ملاحظہ ہو :-

اُڈ وَنج وے کانگا میڈے یار تائیں
سارا حال دل دا ونج کے سُنائیں

اُڈ وَنج وے کانگا تیکوں چُوری ڈیساں
سونے دے گھنگھرو تیڈے پیریں پَیساں
سُن تیڈیاں گالھیں میں ہاں تے لیساں
اُڈ ونج وے کانگا میڈے یار تائیں
سارا حال دل دا ونج کے سُنائیں

تیکوں حال سِیم ٹھ لائیڈے ماہنیں — نہیں میکوں سُجھدے زیور تے گاہنڑیں

نہ توں آپ آیوں ناں رُوح لگائیں — اینویں ہو لکھیاں رب دیاں رضائیں

اُڈ ونج وے کانگا میڈے یار تائیں

"اے کاگ! اُڑ جا اور میرے محبوب تک پہنچ کر میرے دل کا سارا حال اُسے سُنا دے۔ اُڑ جا! اے کاگ! تجھے چوری دوں گی، اور تیرے پیروں میں سونے کے گھنگھرو ڈالوں گی اور تمہاری باتیں سُن کر (جو تو محبوب کی طرف سے کہیگا) تمہیں سینے سے لگاؤں گی۔ اُڑ جا کاگ! اور میرے محبوب کو میرے دل کا حال بتا دے! (دُکھیا) اے دلبر! میں نے تجھے اپنا رازدار بنایا تھا، کیونکہ مجھے تم پر فخر تھا۔ مجھے اب گہنے اور زیور ذرا بھی نہیں بھا سکتے، کیونکہ تُو نہیں آیا اور میرا دل بیچین ہے، آہ! رب کی رضا یہی تھی۔ اے کوّے میرے دوست تک پہنچو!"

دوہا

اُڈ ونج کالے کانگلیا! تیڈی داہنہ فراق دی آندی ہے

اُلھڑے زخم نہ چھیڑیں دلبر، میکوں ٹھوکر لگدی ہال دی ہے

موڑ مُہاراں آ گھر باراں تتی تک تک تھاراں باندھی ہے

دُور گیاں سجناں کوں میلیں تتی کُونج وانگوں کرلاندی ہے

یا رب! میل سجن میڈے، میڈی اُجڑی سیج کُھلاندی ہے

"اے کالے کوّے اُڑ جاؤ! تیری کائیں کائیں سے فراق کی فریاد آرہی ہے۔ اے دلبر! زخم نہ چھیڑ! میرے دل پہ سخت صدمہ گزرتا ہے۔ اے ہوت پنّوں! اب اونٹنی کی مہار اپنے گھر بار کی طرف موڑ دے۔ بد بخت سسّی تیری راہ تکتے تکتے اب تھک

ہار چکی ہے ۔ دُور گئے ہوئے سجنوں کو ملنا۔ کیونکہ بدبخت اب کونجوں کی طرح (غمناک آواز کے ساتھ) چیختی رہتی ہے ۔ اے خدا! میرے دوست کو ملا دے، میری پھولوں کی سیج اُجڑ گئی ہے"۔

اُڈ ونج وے کانگا میڈے یار تائیں
سارا حال دل دا ونج کے سُنائیں

سب سجن وسدے سجناں دے نیڑے ہک میں تتی کوں قسمت نکھیڑے
نہ توں آپ آیوں ناں سُدھ سنیڑھے اُڈ ونج وے کانگا میڈے یار تائیں
سارا حال دل دا ونج کے سُنائیں

اُڈ ونج وے کانگا میڈے یار تائیں گھن آ سنیڑھا روندی مر ویسائیں
روندی پٹیندی ڈھولا مر ویسائیں اُڈ ونج وے کانگا میڈے یار تائیں
سارا حال دل دا ونج کے سُنائیں

" اے کوّے اُڑ جا ! اور میرے دل کا حال میرے محبوب کو سُنا دے۔ سب دوست اپنے اپنے دوستوں کے نزدیک آباد ہیں۔ ایک میں بدنصیب ہوں، جسے قسمت نے جُدا کر رکھا ہے۔ اے محبوب! تُو خود بھی نہیں آیا، اور تُو نے کوئی پیغام بھی نہیں بھیجا!

اے کوّے اُڑ جا! میرے محبوب تک! میرے دل کا حال پہنچا دے، اور محبوب کی طرف سے کوئی پیغام لا دے۔ ورنہ میں بلک بلک کر مر جاؤں گی!"

اِس گیت کی بحر اور وزن اگرچہ جھمر کے لئے موزوں ہے تاہم اسے صرف ڈھولک اور گھڑے پہ گایا جاتا ہے۔ کیونکہ یہ حزنیہ گیت ہے۔

سہرے

ملتانی شاعری میں وہ نظم بھی سہرا کہلاتی ہے، جس میں دولہا کے سہرے گجرے یا مکنے کا ذکر ہو۔ اور وہ گیت بھی سہرے کہلاتے ہیں جو شادی کی مختلف رسومات کے وقت یا بطور آگا، جاگا یا جگراتا (رت جگا) گائے جاتے ہیں۔ جگراتا شادی، بیاہ کے علاوہ ہر دُوسری خوشی کے موقع پر منایا جاتا ہے۔ اور "آگا" کی محفلیں شادی سے پہلے منعقد کی جاتی ہیں، ان محفلوں میں جاگا وہ نشست ہے جس میں ساری رات جاگنے اور ناچ گانے میں گزاری جاتی ہے۔ شادی کی رسمیں قدیم زمانے میں تو بہت پیچیدہ ہوتی تھیں، شاید ہندوؤں کے اثر کی وجہ سے، مگر گزشتہ پچاس ساٹھ سالوں سے ان میں بہت کچھ سادگی آچکی ہے۔ دُلہن کے ہاں جو کچھ ہوتا ہے۔ اُس کا مختصر ساخاکہ اس طرح ہے کہ دُولہا کے ہاں "چندرانہ" بجتا ہے۔ دُلہن سُسرال والوں سے پردہ کرنا شروع کر دیتی ہے۔ شادی سے ہفتہ عشرہ پہلے مینڈھی کھولنے کی رسم ادا کی جاتی ہے ریہ اس طرح کہ سسرال کی عورتیں مجمع سا بنا کر دُلہن کے گھر رات کے تقریباً نو دس بجے پہنچتی ہیں۔ ڈھولک بجاتی ہوئی اور گیت گاتی ہوئی مراثنیں، نوکرانیاں اور نائن ان کے ہمراہ ہوتی ہیں۔ منگنی کی رسم پہلے ادا نہ کی جا چکی ہو تو وہ بھی ساتھ ہی ادا کی جاتی ہے۔ یعنی کنگن اور انگوٹھی، لال رنگ کا ایک جوڑا، خشک میوہ اور مہندی کا تھال دُلہن والوں کو دیا جاتا ہے۔ پھر دُلہن پر چادر ڈال دی جاتی ہے اور اُسے سُسرال والوں کے ہاں لا بٹھاتے ہیں۔ ساس اور نندیں گوندھے ہوئے گیسوؤں کو کھولتی

جاتی ہیں، اور سر میں خوشبودار تیل ڈالتی جاتی ہیں۔ جب گیسو کھل جاتے ہیں تو پھولوں کے ہار گلے میں ڈال دیئے جاتے ہیں۔ پھر تھوڑا سا شہد مکھن میں ملا کر دلہن کے منہ میں دیا جاتا ہے اور خشک میوہ اُس کی جھولی میں ڈال دیا جاتا ہے۔ دُلہن کے پاؤں کے نیچے سوا روپیہ رکھا جاتا ہے، جسے نائن اُٹھا لیتی ہے۔ منگنی کے کنگن، انگوٹھی اور دوپٹہ پہنائے جاتے ہیں۔ لو مینڈھی جو ناکتخدائی کی نشانی تھی۔ کھل گئی۔ اِس دوران میں مراثنیں ڈھولک کے گیت گاتی رہتی ہیں اور دُلہن کی سہیلیاں ہنسی مذاق کی باتیں کر کے دلہن کو چھیڑتی رہتی ہیں۔ مینڈھی[1] کھلنے کے بعد سے ڈولی کی روانگی تک دُلہن کو اندھیرے کمرے میں بند کر دیا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اُسے سورج بھی نہیں دیکھ سکتا۔ دولہا والوں کے ہاں سے روزانہ اُبٹنا بھیجا جاتا ہے۔ جس کے اجزار بادام، خشخاش اور زعفران ہوتے ہیں۔ دُلہن کی سہیلیاں اُسے ابٹنا ملتی رہتی ہیں اور دن بھر اُس سے چھیڑ چھاڑ کرتی رہتی ہیں۔ دُلہن کے اس طرح بند کرنے کو "مائیاں" بٹھانا کہتے ہیں۔

شادی کے دن ظہر کے وقت سسرال والے زیور اور کپڑے وغیرہ لاتے ہیں۔ جسے "وری سوئی" کہتے ہیں۔ ادھر جہیز کی نمائش کی جاتی ہے۔ جب خویش و اقارب دونوں طرف کی چیزیں دیکھ لیتے ہیں تو نکاح کی رسم ادا کی جاتی ہے نکاح کے فوراً بعد دولہا کو زنانے میں بھیج دیا جاتا ہے۔ نائن دُلہن کو انگوٹھی پہناتی ہے اور دُلہا سے کہتی ہے اسے اُتار دو۔ پھر دولہا وہ انگوٹھی پہنتا ہے اور دُلہن اسے اُتارتی ہے۔ پھر مٹھی کھولنے کی رسم ادا کی جاتی ہے اور اس کے بعد آئینہ مصحف کی۔ پھر سالی دودھ کا گلاس لاتی ہے اور دولہا کو پیش کرتی ہے، ساتھ ہی بڑی پھرتی

[1] زلف کشائی

سے اُس کے جوتے چُرالیتی ہے۔ اور اُس وقت تک واپس نہیں کرتی جب تک دولہا دس بیس روپے بطور تاوان ادا نہ کرے۔ دولہا کی بہنیں اپنے دوپٹے کا پلّو دولہا کے دامن سے باندھ لیتی ہیں۔ اور جب تک مُنہ مانگی مُراد نہ پالیں نہیں کھولتیں۔ رسمیں ادا ہو چکتی ہیں تو سُسرال والوں کو ڈولی لے جانے کی اجازت مل جاتی ہے دُلہن کو ڈولی میں بٹھاتے وقت اس کے ماں باپ، بھائی بہنیں، اور دوسرے قریبی رشتہ دار اسے وداع کرتے ہیں اور گلے مل مل کر روتے ہیں۔ رخصتی گویا ایک زندگی کی موت اور دوسری زندگی کا جنم ہے، ڈولی کے ساتھ دُلہن کی بہن، چچی، خالہ یا ممانی بھی ساتھ آتی ہیں۔ ڈولی سُسرال پہنچتی ہے تو دُلہن دروازے کی چوکھٹ کو پکڑ لیتی ہے اور جب تک دولہا کا باپ گائے بھینس یا نقد روپیہ نہ دے یہ چوکھٹ کو پکڑے رہتی ہے۔ اس وقت ایک بکرے کی قربانی دی جاتی ہے چوکھٹ پر تیل ڈالا جاتا ہے۔ دُلہن کو کہا جاتا ہے کہ وہ اپنا دایاں پاؤں پلنگ پر رکھے، پھر ایک شیر خوار لڑکا اُس کی جھولی میں دیا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدا اسے بھی لڑکا عطا کرے۔

دولہا کے ہاں کی رسمیں بھی کچھ اسی طرح کی ہیں۔ دولہا کا بہنوئی اس کا شہبالا بنتا ہے اور قدم قدم پر دولہا کے ساتھ رہتا ہے۔ یہ گویا اس کا محافظ ہے دولہا کے ہاتھ میں تلوار دی جاتی ہے تاکہ وہ آسیب سے محفوظ رہے۔ کھارے چڑھنا، گاناں باندھنا، پاؤں مار کر گھڑے کی چپنی توڑنا وغیرہ متعدد رسمیں ہیں جو ادا کی جاتی ہیں۔ ہر موقع پر ان رسموں کے مطابق گیت گائے جاتے ہیں ــــ اور مراثنوں، نائنوں وغیرہ کو نقدی دی جاتی ہے، جسے "ویل" کہتے ہیں ــــ گاناں

باندھنے کی رسم اِس طرح ہوتی ہے کہ دولہا اور اس کے شہبالا کو مسجد کے دروازہ پر لے جاتے ہیں اور دونوں کے دائیں ہاتھ کی کلائی پر سُت رنگا تاگا باندھا جاتا ہے۔ اِس تاگے میں لونگ اور ایک لوہے کا چھلّا پرو دیا جاتا ہے۔ گاناں بندھ جانے کے بعد سے شہ بالا دولہا کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔ گاناں کسی نیک بزرگ کے ہاتھ سے بندھوایا جاتا ہے۔ اِس موقع پر جو گیت گایا جاتا ہے، وہ یہ ہے :-

بَدھ گاناں بَدھی آ گاناں   میڈا اخیر اللہ دا بَدھ گاناں
تیڈے گانے کوں لانواں میں خاناں   تیڈی جنج سوہیسی بھین ٹِھاناں
میڈا اخیر اللہ دا بَدھ گاناں
تیڈے گانے کوں لانواں گھیو خاناں   تیڈی جنج سوہیسی پیو خاناں
میڈا اخیر اللہ دا بَدھ گاناں
تیڈے گانے کوں لانواں ڈہی خاناں   تیڈی کا جنج سوہیسی مائی خاناں
میڈا اخیر اللہ دا بَدھ گاناں

"میرا اللہ دا اخیر" گاناں باندھ، تیرے گانے کو موم لگاؤں تیری برات میں تیری بہن خوشیاں منائے گی۔ تیرے گانے کو گھی لگاؤں تیرا باپ تیری برات کی رونق کو دوبالا کرے۔ تیرے گانے کو دہی لگاؤں، تیری ماں تیری برات کا سنگار بنے" وغیرہ۔ یعنی مختلف چیزوں کے نام لئے جاتے ہیں اور ان الفاظ کے وزن پر ہر رشتہ دار قریبی کا نام لایا جاتا ہے۔

گاناں بندھ چکا تو مہندی لگانے والی آگے بڑھتی ہے اور کہتی ہے :-

بسم اللہ کر کے مہندی میں لیندی ہاں ہتھ وَلا کے سچا
ساری ٹھر گئی ہاں، میڈے نوشے گاناں بدھا
گاناں بدھرا تے لوٹھہ لوٹھہ لدھڑا، ہیر سلیٹی ور لدھڑا
ساری ٹھر گئی ہاں، میڈے نوشے گاناں بدھا
گاناں بھئیساں نے ہیر منیساں، میڈا نوشہ سکھاں لبھا
ساری ٹھر گئی ہاں میڈے نوشے گاناں بدھا

"بسم اللہ کر کے مہندی لگاؤں گی، ذرا دایاں ہاتھ تو آگے کرو۔ میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا میرے نوشہ نے گاناں باندھا ہے۔ بڑے انتظار اور خواہشوں کے بعد تو نے گاناں باندھا ہے، ہیر سلیٹی کو بَر مل گیا ہے۔ میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا میرے نوشہ نے گاناں باندھا! میں گاناں باندھوں گی اور ہیر مناؤں گی۔ میرے نوشہ کو سُکھ چین نصیب ہو۔ میرا کلیجہ ٹھنڈا ہوا میرے نوشہ نے گاناں باندھا!"

ادھر دولہا کو گاناں باندھا جا رہا ہے، مبارک سلامت کے غلغلے بلند ہو رہے ہیں۔ تحسین و آفرین کے ڈونگرے برس رہے ہیں۔ بتاشوں، مونگ پھلیوں، اِکنیوں دونیوں کا مینھہ برسایا جا رہا ہے اور اُدھر دلہن کو زیور اور کپڑے پہنائے جا رہے ہیں۔ مراثنیں زیوروں اور کپڑوں کا نام لے لے کر گیت گاتی جاتی ہیں۔

مثلاً :- پوپا میں بیساں تے پا ٹھمکیساں، وِنج کے ڈکھیساں یار سجن کوں
مدینے دا پاٹی لیساں بدن کوں!

چوڑا میں بیساں تے پا ٹھمکیساں، ونج کے ڈکھیساں یار سجن کوں
مدینے دا پاٹی لیساں بدن کوں!

" پونچھا دناک کا کیل ، پہنوں گی اور اسے ٹھمکاؤں گی۔ اپنے ساجن کو اس کی بہار دکھاؤں گی۔ اور مدینے کا پانی جسم پر ملوں گی !"

اسی طرح مختلف زیوروں اور کپڑوں کا نام لیا جاتا ہے اور یہی ایک بول بار بار دہرایا جاتا ہے۔ اِس گیت کا آخری شعر اِس طرح ہے :۔

مدینے دے راہ تے چیٹی میننے ، ونج کے پڑھوہٹ کلمہ شریفے

مدینے دا پانی لیساں بدن کوں ، ونج کے ڈکھیساں یار سجن کوں

اِس گیت میں صرف اُن زیوروں کا نام لیا جاتا ہے جو دُلہن کو فی الواقع پہنائے جاتے ہیں۔ جن زیوروں کی کمی ہوتی ہے ، یعنی جو نہ سسراں کی طرف دیئے جاتے ہیں اور نہ میکے سے ملے ہیں۔ اُن کی حسرت کو اِس طرح طفل تسلّی میں بدل دیا جاتا ہے۔

ہسّی تاں مَیں آپ گھڑیساں   سونا لوا ڈے لَس خاناں

لمّے ونج لائی او

لچھّے تاں میں آپ گھڑیساں   سونا لوا ڈے لَس خاناں

لمّے ونج لائی او

یعنی ہنسلی ، لچھّے ، چوڑیاں وغیرہ جو زیورات نہیں ہیں ، میں خود بنوا لوں گی ، اے میرے خان ! تم بس خالص سونا منگوا دینا۔ اور اگر نہیں منگوادو گے تو میں سمجھوں گی کہ تم نے محبّت کسی دوسری جگہ لگالی ہے۔ شاید محبوب کی طرف کسی دُور پردیس میں ! اور اب :۔

ستھی گیہوں بے وَس خاناں   لّے ونج لائی او

دِل دی وَیدَن ڈَس خاناں　　　لَے ونج لائی او
تیڈی ساڈی بَس خاناں　　　لَے ونج لائی او

" اے میرے خان! تم بے بس ہو گئے ہو، اپنے دل کی بات بتا دو!
بس اب تمہارا ہمارا رشتہ ٹوٹ گیا۔ دُور پردیس میں تم نے نئے تعلق
پیدا کر لئے ہیں!"

زیورات وغیرہ پہنا لئے گئے۔ اب دُلہن کو مہندی لگائی جائے گی۔
اور پھولوں کے ہار گلے میں ڈالے جائیں گے۔ ڈھولک کی تھاپ نے انگڑائی
لی۔ اور " پھولوں والی" ایک ہاتھ میں سہرے اور دُوسرے میں مہندی کا کٹورہ لئے
ہوئے کمر کو لچکاتی ہوئی باہر آئی۔

پھُلّاں والی ارائین سہرا پھُلّاں دا پوا
جیوی پیو تے بھرا۔ساڈا دل نہ رنجا۔پھُلّاں والی ارائن
مہندی کیں سوّی ؟ مہندی چاچے سوّی
مہندی لائی بنے، مہندی ڈاڈھی رنگی
پھُلّاں والی ارائن! سہرا پھُلّاں دا پوا
جیوی پیو تے بھرا، پھُلّاں والی ارائن

" پھولوں والی ارائن! پھولوں کا سہرا گلے میں ڈال دے، تیرا باپ جیتا رہے
تیرے بھائی کی عمر دراز ہو، ہمارا دل رنجیدہ نہ کر!
مہندی کو کس نے عطروں میں حل کیا ہے ؟ مہندی کو چچا نے رنگین و معطر بنایا
ہے، میری دُلہن! مہندی لگا لے، یہ مہندی بہت شوخ رنگ کی مہندی ہے!"

مہندی کو کس نے عطر بیز کیا۔ اس کے جواب میں ماں باپ بھائی بہن وغیرہ سب کا نام لیا جاتا ہے اور دُلہن اور اس کی سہیلیوں کے مہندی لگ جانے تک یہ گیت گایا جاتا ہے۔ یہاں دُلہن کو سجایا جا رہا ہے۔ وہاں دولہا میاں کی سہرابندی ہو رہی ہے۔ مراثنوں کی ٹولیاں بیک آواز گا رہی ہیں:-

راج ماڑیں بنّاں

سہرا مانڑیں لاڈلا　　میڈا اراج مانڑیں بنّاں

جے تیں گیتیاں چُنّیاں　　تیڈیاں ساریاں مُراداں پُنّیاں

پُنّیاں وے خوشیاں مانڑیں وے لاڈلا

راج ماڑیں بنّاں

جے توں چڑھیوں گھوڑے　　تیڈے جیون بھراواں دے جوڑے

جوڑے منصب ڈوڈھے وے لاڈلا

راج ماڑیں بنّاں

میں ڈیواں ٹکھاں دی لولی　　تیالا اساوی ہووی جھولی

جھولی تاں سوہے وے لاڈلا

راج ماڑیں بنّاں

"سہرا تیرے نصیب ہو، میرے لاڈلے راج تیرے نصیب ہو، تیری سب مُرادیں پوری ہوں، تجھے خوشیاں ملیں اور تیرے بھائیوں کے جوڑے جیتے رہیں۔ تیرے منصب زیادہ ہوں، تیری جھولی ہری بھری رہے!"

اس دُعائیہ گیت کے فوراً بعد لے بدلتی ہے اور دُولہا کی پوشاک کا

گیت شروع ہو جاتا ہے :۔

سجناں کنوں دلیں چوڑ گیاں　　　چوڑیاں چوڑیاں چوڑ گیاں

سجناں کنوں دلیں چوڑ گیاں

ٹِکا ماہی کوں سوہنڑاں پیا لگدے　　　طُرّہ مُجھ ینڈی بَنّاں رہ گیاں

سجناں کنوں دلیں چوڑ گیاں

چولا ماہی کوں سوہنڑاں پیا لگدے　　　گلاّ بَنڑ بنیدی بَنّاں رہ گیاں

سجناں کنوں دلیں چوڑ گیاں

بو نہٹا ماہی کوں سوہنڑاں پیا لگدے　　　گھُنگھٹ بنیدی بنّاں رہ گیاں

سجناں کنوں دلیں چوڑ گیاں

گُنگی، مُندری، جُتی وغیرہ کے الفاظ بدلتے جاتے ہیں اور آخری مصرع اِس طرح ادا کیا جاتا ہے :۔

کئی تاں وِنھوں سوہنڑاں پے گیاں　　　سجناں کنوں دِلیں چوڑ گیاں

اب برات روانہ ہوتی ہے۔ اونٹوں کی قطار میں رنگین پردوں سے ڈھکے ہوئے کجاوے، قطار کا پہلا اونٹ چاندی کے زیوروں سے لدا ہوا، اور باقی اونٹوں کے گھٹنوں کے ساتھ گھنگھرو بندھے ہوئے عجب بہار دکھا رہے ہوتے ہیں۔ ڈھول باجے، شہنائیاں، نفیریاں، قافلے کے آگے آگے اور ڈھولک پارٹی قافلے کے درمیان میں سہرے گاتی اور جھمریں لڈاتی چلی جا رہی ہے۔ اُس وقت کے سہرے اور بول یہ ہیں :۔

نیلی دیاں واگاں موڑ، شالا جیونویں، ستار اتیڈ ا زور

توں جیویں میڈا اللہ وسایا   توں جیویں چنگے ماپیوں جایا

نیڑے نیڑے وسیں ہووی بول سوایا، وے توں جیویں ستارا تیڈا ازور

توں جیویں میڈا پھل کھٹک دا   صدقے تیڈی ٹور لٹک دا

توں جیویں،   ستارا تیڈا ازور

توں جیویں میڈا پتر لہندا   شربت پلیساں کھیر تے کھنڈ دا

توں جیویں   ستارا تیڈا ازور

توں جیویں میڈا لائی دیاں چمکاں   پروں سنجاتم تیڈیاں لنگی دیاں دھمکاں

توں جیویں   ستارا تیڈا ازور

توں جیویں میڈا موتی دا داناں   ہتھ وچ نمبر وتے لال کماناں

وے توں جیویں   ستارا تیڈا ازور

نیلی دیاں واگاں موڑ، شالا جیویں!

وسدا! نیلی بدھی ہئی ڈری نال   تیڈی وری سُہیاں زری نال

نیلی دیاں واگاں موڑ!   شالا جیویں ستارا تیڈا زور!

وسدا! گھوڑی بدھی ہئی طاق   توں ہیں جمدیوں چالاک

نیلی دیاں واگاں موڑ، شالا جیویں ستارا تیڈا ازور

وسدا! یار دا اگڑ ہے مٹھڑا   جن ماہ خوشی دا ڈٹھڑا

نیلی دیاں واگاں موڑ، شالا جیویں ستارا تیڈا ازور

وسدا! نیلی کوں ڈے چاڈالا   تیڈے دشمناں دا منہ ہے کالا

نیلی دیاں واگاں موڑ، شالا جیویں ستارا تیڈا ازور

مرزا صاحباں کے عشق کی داستان میں مرزا کی گھوڑی کا نام نیلی بیان کیا گیا ہے اب ہر خوبصورت اور بہادر، یا تیز رفتار گھوڑی کو نیلی کہتے ہیں۔ اس گیت میں، جو برات کی مسافت کے اعتبار سے قدرے طویل ہے۔ دولہا کی قصیدہ خوانی کی گئی ہے۔

"تیری عمر دراز ہو، اپنی گھوڑی کا رُخ ہمارے شہر کی طرف موڑ دے، تیرے بخت کا ستارا عروج پر ہو۔ تو گیندے کے پھول کی طرح خوبصورت ہے۔ میں تیری "لشکیدار" چال پر واری جاؤں۔ تیری عمر دراز ہو۔ تو ماں باپ کا لاڈلا ہے۔ میں تجھے دُودھ اور کھانڈ کا شربت پلاؤں گی۔ تو "لائی" کی پتلی پتلی شاخوں کی طرح نازک اندام ہے۔ میں نے دُور سے ہی تیری ریشمی لُنگی کی شان و شوکت دیکھ کر تجھے پہچان لیا تھا۔ تو جیتا رہے، میرا مونگی کا دانہ! تیرے ہاتھ میں لال رنگ کی کمان ہے، اور خوبصورت انگوٹھی۔ تو آباد رہے، تو نے اپنی نیلی کو دریچے کے ساتھ باندھا ہے۔ تمہاری "وری سوئی" زرتار اور زری کی ہو گی۔ تو آباد رہے۔ تو بچپن سے ہی چالاک تھا۔ خوشیوں کا چاند چڑھا ہے خدا کرے تیرے دُشمن ناکام و نامراد ہوں۔ تیرا ستارہ عروج پر ہو!"

برات اب دُلہن کے گاؤں کے قریب آ چکی ہے۔ برات کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مراثنوں نے تان باندھی اور حسب موقع یہ سہرا گانا شروع کر دیا:

دریڑھے جنج بنڑے دی آئی ہے   سارا لوک اللہ دا سبھی ہے

سارا لوک ڈیندا اوُدھائی ہے

حیاتی ہووی، پار کپیندیاں کاہنیں — نیڈی وَنی کوں نپیاں باہنیں

ویڑھے جنج بنرے دی آئی

حیاتی ہووی، پار کپیندے کانے — وَجن ڈھول تھیسن شدمانے

ویڑھے جنج بنرے دی آئی

حیاتی ہووی ریڑھ بھچر دا چڈّا — ساڈا مرشد آسی بِڈّا

ویڑھے جنج بنرے دی آئی

حیاتی ہووی، پی منجھیں دا کھیر — تیڈی مدد حضرت پیر

ویڑھے جنج بنرے دی آئی

حیاتی ہووی گھوڑی تے رکھ ہنّاں — تیڈا دشمن ویندے بھنّاں

ویڑھے جنج بنرے دی آئی

حیاتی ہووی کھا جوار دے پھلے — تیں تے چھتر نبیؐ دا جھلّے

ویڑھے جنج بنرے دی آئی

اِس گیت میں آدھا مصرع صرف برائے وزن ہے۔ "تیری عمر دراز ہو، میں تیری دُلہن کو ہاتھی دانت کی چوڑیاں پہناؤں گی۔ اب برات دُلہن کے گاؤں کی حدود میں آ پہنچی ہے۔ ڈھول اور شادیانے بجیں گے۔ ہمارا مرشد متوجہ ہوگا۔ اور تیری مدد کو حضرت پیر پہنچے گا۔ اب تو گھوڑی پر زین رکھ دے۔ تیرا دشمن بھاگا جا رہا ہے۔ تجھ پر نبیؐ کے جھنڈے کا سایہ ہو۔"

اُدھر استقبالیہ ٹولی پُر شوق اور مسرور نگاہوں سے برات کو دیکھ رہی ہے اور کہہ رہی ہے:۔

تارا چن بدلی کوں مِل دے   ساڈا رَل کے وسّن تے دل وے
حیاتی ہووی آوَن دی کر کائی   اساں پھلاں دی سیج وچھائی
گھوٹ خوشی دے نال ہنڈائی   تارا چن بدلی کوں مِل وے
حیاتی ہووی آیوں تھل دے راہوں   تیکوں سوبھ ڈِتھی درگاہوں
گھوڑا تیر کمان ہے شاہوں   تارا چن بدلی کوں مِل وے
حیاتی ہووی آن بِتھوں وچ ٹِلکن   گھوڑے ہِنڑکن سانگاں چھِنکن
سانگاں نال زنجیر پئے چھنڑکن   تارا چن بدلی کوں مِل وے
حیاتی ہووی چن بدلی کوں آ   مراداں ڈیکھی پیو تے ما
ویلاں ڈیون بھین بھرا   تارا چن بدلی کوں مِل وے

"چاند ستارے ملکۂ ابر سے ہم آغوش ہو رہے ہیں۔ ہمارا بھی اب مل جل کر آباد ہونے کو جی چاہتا ہے۔ آؤ جلدی آؤ۔ آؤ ہم نے تمہارے لئے پھولوں کی سیج بچھائی ہوئی ہے۔ یہ سیج ہمارے دولہے کی خوشیوں کی سیج ہے۔ تو ریگستانی راستوں سے آیا ہے۔ تجھے درگاہِ خداوندی سے خوشی عطا ہوئی ہے۔ تجھے گھوڑا اور تیر کمان بادشاہ کی طرف سے بطور عطیہ ملا ہے۔ تیرے گھوڑے ہنہنا رہے ہیں اور تیرے نیزے چمک رہے ہیں۔ نیزے کے ساتھ زنجیریں بھی جھنجھنا رہی ہیں۔

تیرے ماں باپ تیری مرادیں دیکھیں اور تیرے بہن بھائی تجھ پہ نقدی نچھاور کریں۔ چاند ستارے ملکۂ ابر سے ہم آغوش ہو رہے ہیں"

استقبالیہ ٹولی یہ گیت گاؤں کے باہر گا رہی ہے۔ دلہن کے پاس سہیلیوں کا جمگھٹ۔

ہے۔ گھڑا سجایا جا رہا ہے۔ اور ڈھولک پر یہ دُعائیہ گیت گایا جا رہا ہے :۔

اے سُہاگ نازو والا ایہو والانی سیّو والا
بابُل جیوی تاں ارتھاں والا سَوہرا جیوی گوگڑ والا
ڈیرہ جیویں تاں چوٹیاں والے گھوٹ جیوی تاں وِنجن والا

اے سُہاگ نازو دا والا

بی بی پیندی ہے چار حمیلاں میڈا نوشہ پاوے مُریدے
توں وت نازک گڑی ہے ٹھرن ساڈے دیدے
بی بی پیندی ہے چار حمیلاں میڈا نوشہ پاوے انگوٹھی
توں وت نازک گڑی ہے اے کیڑھی گاہوں روٹھی
بی بی پیندی ہے چار حمیلاں میڈے نوشے دا گلوُ بند
توں وت نازک گڑی ہے نوشہ تیڈا اچولی دا بند

اے سُہاگ نازو دا والا

ایہو والانی سیّو والا

" یہ میری نازبھری البیلی کا سہاگ ہے۔ تیرا جہیز دینے والا باپ زندہ رہے، تیرا اگوند والا سسر جیتا رہے۔ تیرے لمبے لمبے بالوں والے دیور جیتے رہیں۔ تیرے دولہے کی عمر دراز ہو جس نے تیرا بنج کیا ہے یہ میری نازبھری البیلی کا سہاگ ہے !

دُلہن نے چار حمیلیں پہن رکھی ہیں اور دولہا نے سنہری انگوٹھی !
تُو بہت نازک دلہن ہے، تمہیں دیکھ کر ہماری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی

ہیں ۔ مُنہ سے کیوں نہیں بولتی ۔ کس بات پر تو ہم سے روٹھ گئی ہے

تیرا دولہا تیری چولی کا بند بنا رہے گا!"

لیجیے، برات دلہن کے دروازے پر پہنچ گئی ۔ دلہن والے دولہا والوں کی آؤ بھگت میں لگ گئے ہیں ۔ نوکر چاکر، گھوڑوں کی لگامیں اور اونٹوں کی مہاریں پکڑ رہے ہیں ۔ چارپائیاں بچھائی جا رہی ہیں ۔ حُقّے بھرے جا رہے ہیں، شربت اور لسّیاں پلائی جا رہی ہیں ۔ دوڑ دھوپ اور بھاگم بھاگ نے چہل پہل پیدا کر دی ہے ۔ دولہا میاں کو گھر کے آنگن میں بلایا جا رہا ہے ۔ دونوں طرف سے بادام اور بتاشوں کا مینہہ برسایا جا رہا ہے ۔ مراثن ڈھولک پر گیت گاتی ہے ابتدا دوہے سے ہوتی ہے :-

دوہا

نیکوں ہووے مبارک نوشہ بنرا تیڈے ہتھ سگناں دا گاناں

مہندی رتّے ہتھ وی ظلم دے تیڈا اللہ کوں خصماناں!

تیڈیاں سہریاں رِم جھم لائی ہے میڈے رنگلے گھوٹ جواناں

آپڑی جیویں شالا ماتھڑی جیوی شالا قائم رہی شُدماناں

؎

ڈُھلک ڈُھلک ویڑھے آئیں میڈا ایارا

سہریاں والا میڈا نوشو بنرا!

حُوراں پریاں سہرے گانوں وارو واری ویلاں پانوں

ہیں گھر پھیرا پاویں میڈا ایارا سہریاں والا نوشو بنرا!

نوشہ بنرا سہریاں والا ماٹیں جوانی اصل دوخالا
میں گھر پھیرا پانویں میڈا یار سہریاں والا میڈا نوشو بنرا
میں مشتاق دیدار تیڈے دی کیا سج دھج ہے یار میڈے دی
رُخ توں گھونگھٹ اٹھا ویں میڈا یار سہریاں والا میڈا نوشو بنرا

"میرے البیلے سجیلے دولہے، تمہیں نیک شگون "گاناں" جو تمہارے ہاتھ پر بندھا ہُوا ہے، مبارک ہو! مہندی سے رنگے ہوئے ہاتھ ظلم ڈھا رہے ہیں۔ تجھ پر اللہ کا سایہ ہو۔ تمہارے سہرے نے رِم جھم لگا رکھی ہے۔ اے میرے رنگیلے بانکے جوان! خدا کرے تم جیتے رہو۔ اور تمہارا رفیقِ حیات بھی جیتا رہے۔ تمہاری شادمانیاں تا ابد قائم رہیں۔

ٹھمک ٹھمک کر صحن میں قدم رکھو، اے میرے سہروں والے البیلے دولہے!

حُوریں اور پریاں تمہارے سہرے گا رہی ہیں۔ اور باری باری تم پر سے قربان ہو رہی ہیں۔ میرے گھر میں قدم رکھو میرے البیلے دولہے! تیری بے داغ جوانی تجھے مبارک ہو۔ میں تیرے دیدار کی مشتاق ہوں۔ میرے دوست کی کیا عجب سج دھج ہے۔ اب تو رُخ سے گھونگھٹ ہٹاؤ۔ میرے سہروں والے بانکے دولہے!"

اب کھانے کا وقت ہو گیا ہے۔ دالانوں میں چاندنیاں بچھ رہی ہیں۔ شامیانے لگ رہے ہیں اور مہمانوں کی ٹولیاں درجہ بدرجہ بٹھائی جا رہی ہیں۔

کھانے پر تین چار گھنٹے صرف ہوں گے ۔ اس کے بعد ظہر کے وقت جہیز، اور "وری سوئی" کا ساز و سامان ترتیب سے باہر رکھا جائے گا ۔ مراثن ایک ایک چیز کا نام لے کر اعلان کرے گی ۔ اور دیکھنے سننے والے تعریف کریں گے ۔ کیوں نہ ہو ۔ یہی وہ دن تو ہے ۔ جب لڑکی آخری بار ماں باپ سے متاع لے رہی ہے گھریلو زندگی کا سارا سامان میکے والوں نے ہی تو دینا ہے ۔ بستر، پلنگ، کرسیاں، پیڑھیاں، دودھ بلونے کی مدھانی، برتن، بھانڈے ۔ حتیٰ کہ سوئی تاگے تک والدین اور بھائی بہنوں نے دیا ہے ۔ خویش و اقارب، ماں باپ کی دریا دلی پر واہ واہ کر رہے ہیں ۔ دُلہن اس گھر میں دو گھڑی کی مہمان ہے اور بہن بھائی ماں باپ، جُدائی کی گھڑی کا تصوّر کر کے کانپ اُٹھتے ہیں ۔ مگر تن بہ تقدیر ہیں اور زمانے کے رواج کے سامنے گردن جھکائے ہوئے ہیں ۔ وقت گزرتے دیر نہیں لگتی ۔ لیجیئے رسمیں ادا ہو چکیں اب رخصتی کا وقت آپہنچا ۔ دولہا میاں ، اور اس کے دوست ڈولی لینے آگئے ہیں ۔ دلہن کے ہاں مراثنیں استقبال کرتی ہیں:۔

جے تو آیوں پَل دے راہوں ، حیاتی ہووی وے

نیکوں سو بھ لگی درگاہوں ، توں راج ماٹیں بنّاں

جے بنّاں تیں ماسنائی ، حیاتی ہووی وے

تیڈی وادی حضرت لائی ، توں راج ماٹیں بنّاں

جے بنّاں تیں ٹپّا کسّی ، حیاتی ہووی وے

تیڈے نال مُجرہ آندی سسّی ، توں راج ماٹیں بنّاں

جے بنّاں تیں کپّی چنڈی ، حیاتی ہووی وے

میں تاں لپّیں شکر ونڈی، توں راج ماݨیں بنّاں
جے بنّاں تیں پیتی لسّی، حیاتی ہووی وے
تیڈی بنڑی دے گل ہسّی، توں راج ماݨیں بنّاں
تے ہسّی دل کھسّی وے، توں راج ماݨیں بنّاں

"اگر تو پُل پر سے آیا ہے تو درگاہِ ایزدی سے تجھے مسرت عطا ہوئی ہے، تو ہمیشہ راج کرے۔ اگر تو نالہ عبور کرکے آیا ہے تو جان لے کہ ایسی خوبصورت دُلہن تیرے پہلو میں آئے گی۔ اگر تو نے جنڈی کے درخت کی شاخ کاٹی ہے تو میں نے مٹھیاں بھر بھر کر شکر بانٹی ہے۔ اگر تو نے لسّی پی لی ہے تو جان لے کہ تیری دلہن کے گلے میں ہنسلی ہوگی۔ اور ہنسلی نے تو ہمارا دل چھین لیا ہے۔"

لو دُلہن کو ڈولی میں بٹھا دیا گیا اور ساری فضا بدل گئی۔ ماں، باپ، بھائی بہن دھاڑیں مار مار کر رو رہے ہیں۔ ایک ایک کرکے دلہن سے گلے ملتے ہیں اور اسے الوداع کہتے ہیں۔ اِس المناک تبدیلی کو قابلِ برداشت بنانے کے لئے مراثن حسب حال ایک گیت چھیڑ دیتی ہے۔

اماں ڈی اماں میں تاں دھی پیادی ہائیں!
میں تاں ڈولی دے وچ نہ بہائیں۔ اماں ڈی اماں

میڈی ڈولی کوں پئے گیاں تندڑل   میڈے کر کر ویندے نی ہنجڑل
اماں ڈی اماں میں تاں دھی پیادی ہائیں   میں تاں ڈولی دے وچ نہ بہائیں
اماں ڈی اماں

میڈی ڈولی کوں چاون آئے نی　　میڈے روندے حق ہمسائے نی
اماں نڑی اماں میں تاں دھی پیاری ہائیں　　میں تاں ڈولی دے وچ نہ بہسائیں
اماں نڑی اماں

میڈی ڈولی کوں پئے گیاں ڈانواں　　میڈیاں روندیاں بھینیں تے مانواں
اماں نڑی اماں میں تاں دھی پیاری ہائیں　　میں تاں ڈولی دے وچ نہ بہسائیں
اماں نڑی اماں

" ماں ری ماں! میں تو تمہاری پیاری بیٹی تھی۔ میں اِس ڈولی میں نہ بیٹھوں گی۔ مجھے کیوں اپنے سے جدا کرتی ہو!

میری ماں! میری ڈولی میں رسیاں باندھ دی گئی ہیں۔ اور میرے آنسو ٹپ ٹپ گر رہے ہیں۔ میں تو تمہاری پیاری بیٹی تھی۔ اب کیوں مجھے گھر سے نکال رہی ہو۔

میری ڈولی میں رسّے ڈال دیئے گئے ہیں۔ خدا میرے ماں باپ کے گھر آباد رکھے۔ خدا حافظ میری پیاری امی! اب میری ڈولی کے اٹھانے والے (کہار) آگئے ہیں۔ اور میرے ہمسائے تک میری جدائی کے غم میں رو رہے ہیں۔ اماں! کیا میں تمہاری بیٹی نہیں تھی؟ لو، اب میری ڈولی میں بانس بھی ڈال دیا گیا۔ میرے بہن بھائی زار و قطار رو رہے ہیں۔ کیوں میری پیاری اماں۔ مجھ سے کیوں اب تمہارا پیار نہیں رہا۔ میں تو اس ڈولی میں نہ بیٹھوں گی!"

دُلہا کی مراثنیں وقت کی نزاکت کا احساس کر لیتی ہیں اور ایک ایسا گیت

گانا شروع کر دیتی ہیں۔ جس میں مزاحاً یہ کہا جاتا ہے کہ دلہن کی پیاری اماں نے اُسے جہیز وہیز کچھ بھی نہیں دیا۔ اِس وجہ سے دُلہن جانا نہیں چاہتی۔ اس گیت سے پھر فضا بدل جاتی ہے اور ڈولی اُٹھالی جاتی ہے۔

امّاں تاں میکوں ڈاج رچایا، تھالی مُنگر ڈِتس بھنّاں

میں کینویں گھر ونجاں

میں تاں نہیں ویندی اے میڈی راجنڑ اماں!

امّاں تاں میکوں ڈاند چا ڈِتّا، ڈاند ڈِتس سنگھ بھنّاں

میں کینویں گھر ونجاں

میں تاں نہیں ویندی اے میڈی راجنڑ امّاں

امّاں تاں میکوں گاں چا ڈِتی۔ بھتّنڑ وت ہِکو چنگاں

میں کینویں گھر ونجاں

میں تاں نہیں ویندی اے میڈی راجنڑ امّاں

اے ڈ ہاڑا اڈا ڈھا چنگاں، ڈے ڈولی گھر ونجاں

اے راجنڑ اماں

"اماں نے مجھے جہیز دیا ہے ٹوٹی ہوئی تھالی اور ٹوٹا ہوا کٹورا۔ میں کیسے اپنے نئے گھر میں جاؤں۔ میں تو نہیں جاتی اے میری رانی امّی! اماں نے مجھے جہیز میں بیل بھی دیا ہے۔ مگر واہ واہ اس کے تو سینگ بھی ٹوٹے ہوئے ہیں۔ میں کس مُنہ سے اپنے گھر جاؤں۔ میں تو نہیں جاتی اے میری رانی ماں!

اماں نے مجھے گائے بھی عطا کی، مگر گائے کا تو صرف ایک ہی تھن اچھا

ہے۔ میں نہیں جاتی اپنے گھر میں۔ کیسے جاؤں میری رانی امّی!

ہاں! یہ دن بھی کیا خوب دن ہے۔ اچھا، اب ڈولی اُٹھنے دو،

خدا حافظ میری رانی اماں!! اب گھر جانے دو!"

ڈولی ماں باپ کے گھر سے باہر آئی اور پھر وہی شادیانے بجنے شروع ہوئے۔ اب پہلے سے زیادہ جوش و خروش ہے۔ جھمریں لگ رہی ہیں۔ چھڑیاں بج رہی ہیں، دھریس لگ رہی ہے اور ہر طرف سے شور و غوغا ہے۔ مسرّتوں کی بارش ہو رہی ہے، اور بچے بچے کی آنکھوں میں خوشیاں ناچ رہی ہیں۔ گائنوں نے پھر دولہے کا استقبال کیا:

میڈا دِلّیں دا نوشہ آیا آیا تے رنگ لایا

میڈا دِلّیں دا نوشہ آیا

بنرا ڈولی گھن گھر آیا آیا تے اللہ رنگ لایا

میڈا دِلّیں دا نوشہ آیا

اُٹھاں دے گل گانیاں گھوڑیاں دے گھمکار

آرے دا بول سوایا میڈا دِلیں دا نوشہ آیا

سہریاں والا بنرا جیوے جیوے تے لکھ تھیوے

رنگیلا بنرا آیا میڈا دِلیں دا نوشہ آیا

میڈے بنرے دے ہتھ تلوار جن چڑھیں تن فتح یار

کڈا نہہ نہ آویں ہار میڈا دِلیں دا نوشہ آیا

"میرا دل پسند نوشہ آیا ہے۔ اسے اللہ نے اپنی رحمت میں رنگ دیا

ہے۔ یہ ڈولی گھر لایا ہے اور اس دھوم دھام سے لایا ہے، کہ اونٹوں کے گلے میں پھندنوں والے ہار ہیں اور گھوڑوں کے زیور چھنک رہے ہیں۔ خوش آمدید! تیرا آنا مبارک! میرا سہروں والا "بنرا" جیتا رہے، اور پھلے پھولے ـــ میرے دولہا کے ہاتھ میں تلوار ہے۔ جس طرف چڑھائی کرے، فتح اس کی کنیز ہو، اور کبھی ہار کر نہ آئے!"

برات بڑے تزک و احتشام سے دولہا کے گھر اترتی ہے۔ رنگین محفلیں ایک بار پھر منعقد ہوتی ہیں۔ اور مخمور الہڑ جوانیاں سمع اور نگاہ پر ایک بار پھر بھرپور وار کرتی ہیں۔ ان محفلوں میں جو گیت گائے جاتے ہیں وہ خاص رسمی گیت نہیں ہوتے بلکہ ایسی مزاحیہ کافیاں ہوتی ہیں جو دراصل گانے والے کے اپنے دل کی شکست کی آواز ہوتی ہیں۔ ان کا ذکر آگے چل کر آئے گا؛

میل کے گیت اور جھمریں

جب کبھی عورتیں جمع ہو کر کوئی خوشی مناتی ہیں، ڈھولک پر گیت ضرور گایا جاتا ہے۔ اور گیت کے ساتھ ساتھ جھمر بھی ضرور ہوتی ہے۔ جس میں نوخیز لڑکیوں سے لے کر ادھیڑ عمر تک کی عورتیں بلا امتیاز امارت و افلاس حصہ لیتی ہیں۔ ایسے اجتماع کو "میل" کہتے ہیں۔ یہ "میل" شادی بیاہ سے پہلے شادی کے بعد، بچے کی پیدائش پر، منگنی یا اسی قسم کے دوسرے مواقع پر لگتے ہیں۔ سخت پردوں نے چونکہ عورتوں کی انفرادیت کو کچل ڈالا ہے اور ان کی نسوانی جذباتیت کو کہیں بھی اُبھرنے کا موقع نہیں دیا۔ اس لئے "میل" میں ہر عمر کی عورت پوری آزادی کے ساتھ بغیر کسی حجاب کے حصّہ لیتی ہے۔ عورت ہر حال میں عورت ہے، خواہ امیر اور دولت مند گھرانے سے تعلق رکھتی ہو، خواہ کسی قلاش کنبے کی بہو بیٹی ہو۔ خواہ ناکتخدا ہو، خواہ پانچ سات بچوں کی ماں ہو۔ اس کی آرزوؤں پہ پاسبان اسی حد تک بٹھایا جا سکتا ہے۔ جس حد تک اس کی شخصیت فنا نہ ہو۔ اگر گرفت اتنی سخت ہو جائے کہ سانس لینا بھی محال ہو جائے تو اس کا ردِ عمل اتنے ہی خطرناک نتائج پیدا کر سکتا ہے، جتنی بے محافظ آزادی۔ عورتوں کے ان خصوصی "میلوں" کا لطف کچھ وہی لوگ اُٹھا سکتے ہیں۔ جنہوں نے سیلاب کا بند ٹوٹتا دیکھا ہو۔ بس

کیفیت یہ ہوتی ہے کہ ع

یہاں پگڑی اچھلتی ہے اسے میخانہ کہتے ہیں

اور واقعی یہ ہوتا بھی "مے خانہ" ہی ہے۔ جہاں نہ صرف مئے پندار کے خم لنڈھائے جاتے ہیں بلکہ جہاں امارت و نخوت کے سبو ٹوٹتے ہیں۔ جہاں فخر اور غرور کے بُت پاش پاش ہوتے ہیں۔ اور جہاں پابندِ رسُوم و قیود قسم کی حیا کے پردے چاک ہوتے ہیں۔

دانۂ روئیدہ تہِ سنگ

دیکھئے ذیل کے گیتوں میں وہ جذبات جنہیں "دانۂ روئیدہ تہِ سنگ" کہنا چاہیئے۔ کس بے باکی سے اُبھرنے کی ناکام کوشش کر رہے ہیں۔

دوہا

بھلاوے دا ہا وانڈھارہ ہیں ہُنڑ پانی کون بھریندا
چھوٹا پوچ کنواریاں دا پیا زور پباں تے ڈیندا
بھلاوے داہا وانڈھارہ ہیں سیڑھ ملے تے وانڈھی
پلّے جنہاں دے چار کسیرے گا لھا اُنہاں دی بھاندی

٭

ودی گولاں تاں ڈر کوئنیں

کالا یوچھنڑ وچھا کھڑی آں　　　اُتے دلبر سما کھڑی آں
ماراں ہکلاں کھتے جانی　　　ودی گولاں تاں ڈر کوئنیں

مستی نے انگ چالانواں — سوہناں اکھیاں کجل پانواں
وچالے جگدے بکیس دیاں — گاہیں ہلیاں تاں ڈر کوئینیں

دوہا

دیرا شہر عجیب سٹیندا آن لتھیاں شاہ پریاں
ساوے سوہے ہار حمیلاں خواجے دھاون چلیاں
دیرا شہر عجیب سٹیندا تے واہ دیرے دے کوچے
ہیر سیالن پینگھ اڈائی جھنگ سیالن جھوٹے

سڑیاں بسریاں کما گئیاں — جوانیاں ڈھل سدھا گئیاں
ہتھیں چھلڑے پیریں کڑیاں — قضا بھلیاں تاں ڈر کوئینیں
جیڑھیاں راتیں ماہی آوے — ستارا ڈھل سدھا جاوے
ڈھولا جھولی ستا رہوے — جے ڈینہہ ابھرے تاں ڈر کوئینیں

ترجمہ

"بھلا اے دریا؛ تو بہتا رہ۔ کون اب پانی بھرے گا؟
جوانی کے جوش میں کنواری لڑکیاں پاؤں کے نیچے
پر زور دے کر چلتی ہیں۔
بھلا اے دریا تو بہتا رہ! منجدھار جنوب کی طرف
بہہ رہی ہے۔ جن کے پاس چار کوڑیاں ہیں لوگ ان ہی
کی بات سنتے ہیں۔"

"میں نے پلنگ پر کالا دوپٹہ بچھا دیا ہے۔ اور تصور میں اپنے دلبر کو

اس پر سُلا دیا ہے۔ اب چلّا چلّا کر کہتی پھرتی ہوں، میرا دلبر کہاں ہے؟ اب اگر در بدر اس کی تلاش میں ماری ماری پھروں تو اس میں ڈرنے کی کونسی بات ہے۔ مسّی لگاؤں، مانگ نکالوں، خوبصورت آنکھوں میں کاجل لگاؤں تو دُنیا مجھ بیکس کے متعلق خواہ مخواہ کی باتیں مشہور کر دیتی ہے۔ مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے۔"

"سُننے میں آیا ہے کہ ڈیرہ عجیب شہر ہے۔ وہاں اس
شہر میں کچھ شہ پریاں اُتریں۔ سبز اور سُرخ دوپٹے، ہار
اور حمائلیں پہنے ہوئے دریا کے کنارے نہانے چلی ہوں
ڈیرہ عجیب شہر ہے اور کیا خوبصورت اس کے کوچے
ہیں۔ ہیر سیال نے پیپل میں جھولا ڈلوایا۔ مگر جھنگ
کی سیالوں نے اس کے مزے لوٹے!"

" سبزیاں سب جل کر کُملا گئیں۔ جوانیاں ڈھل گئیں اور رخصت ہو گئیں۔ میرے ہاتھ میں اگر ابھی تک محبوب کے دیئے ہوئے چھلّے اور پیروں میں یاد کے دیئے ہوئے کڑوں کا تحفہ ہے تو کیا ڈر ہے "قضا کار" بھول گئی ہوں۔

جن راتوں میں محبوب آیا کرتا تھا، ستارے ڈوب جایا کرتے تھے۔ اب اگر محبوب میری آغوش میں سویا رہے اور دن نکل آئے تو اس میں کیا خوف ہے"!

بُوٹا ہلے وے چھلے

بُوٹا ہلے وے چھلے   سوہنڑیں جندڑی جھلے
چوری چوری نہ توں نس   سارا جگ نہ ہسّے
بُوٹا ہلے وے چھلے

سِر تے ماہی دے پنج رنگ چیرا   چوڑیاں دا عجب سنگار
بُوٹا ہلے وے چھلے

اکھیں ماہی دیاں مارِن تیر   کجلے دی ڈیکھو دھار
بُوٹا ہلے وے چھلے

رانجھو گیا ہے کلور   تیڈے عشق دی منزل دُور
بُوٹا ہلے وے چھلے

رانجھو گیا ہے پار   کیتی آندے دِل دا وَار
بُوٹا ہلے وے چھلے

اُساں پردیسی آئے ہیں   سانوں قسمت نال
بُوٹا ہلے وے چھلے

ترجمہ

"جس طرح پودا لہلہا رہا ہے، اُسی طرح میری پیاری زندگی بھی جھول رہی ہے۔ محبوب! تم چوری چھپے فرار نہ ہونا۔ اس طرح سارا جگ ہنسے گا۔

میرے دلبر کے سر پہ پنج رنگا چیرا (پگڑی) ہے، اس کے لیے

لمبے بالوں کا عجیب سنگار ہے۔ محبوب کی آنکھیں تیر چلاتی ہیں اور ذرا کاجل کی تیز دھار تو دیکھو!

میرا محبوب کلور کی طرف گیا ہے۔ اے محبوب تیرے عشق کی منزل ابھی دُور ہے!

میرا محبوب دریا پار کے علاقے میں گیا ہے۔ اُس نے دلوں کے خریدنے کا پیشہ اختیار کر رکھا ہے۔ اے سانولے سلونے محبوب! ہم پردیسی ہیں اور تمہارے شہر میں ہمیں قسمت لے آئی ہے!"

میڈا ڈھول

میڈا ڈھول گیا دل کھس وے — کوئی آن ڈیوے ہا ڈس وے
میڈا ڈھول گیا دل کھس وے

چھوڑے سَن وچ یاری لائم — ٹکڑی سیج نہ اصلوں آیم
دل کھس کے گیا ماہی نَس وے — میڈا ڈھول گیا دل کھس وے

میں تاں کلہڑی پئی گرلاندی ہاں — پیو ماکوں مُول نہ بھاندی ہاں
نہیں دل ہُن آپنے وَس وے — میڈا ڈھول گیا دل کھس وے

ساڈے یار کیتی ہے تیاری — تتی ریت تے منزل بھاری
پیاں تلیاں دے وچ گھس وے — میڈا ڈھول گیا دل کھس وے

کوئی آن ڈیوے ہا ڈس وے
میڈا ڈھول گیا دل کھس وے

ترجمہ

"میرا محبوب میرا دل لُوٹ لے گیا۔ کوئی میرے محبوب کی خبر مجھے لا دے۔ میں نے چھوٹی سی عمر میں عشق لگا لیا۔ سُکھ کی سیج مجھے آج تک نصیب نہیں ہو سکی۔ محبوب مجھ سے میرا دل چھین کر اب روپوش ہو گیا ہے۔ میں تن تنہا دھاڑیں مار مار کر فریاد کرتی رہتی ہوں۔ ماں باپ تک کو نہیں بھاتی۔ مگر مجبور ہوں، کیا کروں؟ دل اپنے بس میں نہیں ہے۔ میرا محبوب میرا دل مجھ سے چھین لے گیا ہے۔

میرے دوست نے سفر کی تیاری کر لی ہے۔ گرم ریت اور بھاری منزل۔ میرے پاؤں کے تلوے زخمی ہو چکے ہیں۔ کوئی میرے محبوب کی خبر مجھے لا دے۔ میرا محبوب میرا دل چھین لے گیا ہے!"

میڈا اکملا ویلا

ایک ملا جلا کورس اور سولو گیت ملاحظہ ہو، جس میں ٹیپ کا مصرع کورس میں یعنی مل کر گایا جاتا ہے۔ اور باقی مصرعے سولو میں اکیلے گائے جاتے ہیں۔

ہُٹیں ہُٹیں لائی، لا کے ونجائی۔ باغاں دا کیلا۔

میڈا اکملا ویلا

ہیں اتھاں وے ڈھولا ڈلاہ تے، ڈیوا بال رکھاں خنگاہ تے

متّاں منتاں تیڈیاں نی ——— باغاں دا کیلا، میڈا اکملا ویلا

میں اِتھاں تے ڈھولا روہی   میں تاں رو رو کملی ہوئی
میں تاں دیداں لائیاں نی ــــــــ باغاں دا کیلا، میڈا کملا ویلا
چن ڈِٹھا ہے ماہ رمضان دا   میں صدقے تیڈی جان دا
رکھے روزے نی ــــــــ باغاں دا کیلا، میڈا کملا ویلا

ترجمہ

" ابھی ابھی تو تم نے میرے ساتھ محبّت لگائی ہے اور لگاتے ہی توڑ دی۔ واہ میرے باغوں کے کیلے۔ ہائے میری نادانی کا زمانہ!

میں یہاں ہوں اور محبوب مغرب کے علاقے میں ہے۔ پیر فقیر کی خانقاہ پر دیا جلا رکھوں گی۔ تیرے آنے کی مَنّتیں مانوں گی!

میں یہاں ہوں اور میرا محبوب صحرا میں ہے۔ میں رو رو کر دیوانی ہو گئی ہوں۔ میں نے تیری راہ پر نگاہیں بچھا رکھی ہیں!

رمضان شریف کا چاند نظر آیا۔ میں قربان جاؤں۔ تمہاری جان پر۔ تم نے روکھی روٹیاں کھا کر روزے رکھے ہیں۔ اے میرے باغوں کے کیلے!"

جھمر کے گیت

میل کے گیتوں کی فہرست خاصی طویل بنائی جا سکتی ہے۔ کیونکہ اس میں ہر قسم کی کافیاں، دوہے، ماہیے، ڈھولے، چھلے اور ٹپے آتے ہیں۔ مگر چھلے اور ماہیے یا اس قِسم کی دوسری نظمیں چونکہ عام طور پر پیشہ ور گائنیں گاتی ہیں۔

اور ہم نے ان کے لئے ایک علیحدہ باب مقرر کر دیا ہے۔ اِس لیے یہاں صرف وہی گیت دیئے گئے ہیں۔ جو "متوسط طبقہ" کی مستورات گاتی ہیں۔ جھمر کے گیتوں کا تعلق بھی عوام سے ہے، نہ کہ پیشہ در خواص سے۔ اس لئے اب جُھمر کے چند گیت پیش کئے جاتے ہیں۔

ملتانی زبان کے علاقے میں چار قسم کے ناچ مروّج ہیں:-

۱۔ دھریس

۲۔ چھیج

۳۔ دھمال

۴۔ جُھمر

ان میں جُھمر سب سے زیادہ مقبول ہے۔ اور عام لوگوں کا مہذب ناچ تسلیم ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل پہلے پیش کی جا چکی ہے۔ دھریس ناچ وہ ہے جس میں ناچنے والا اُچھلتا ہے اور ہاتھوں سے چٹکیاں بجاتا جاتا ہے۔ یہ ناچ مرد اور عورتیں مل کر ناچتے ہیں۔ دھمال میں دونوں پاؤں یکے بعد دیگرے ہوا میں اُچھالے جاتے ہیں۔ یہ ناچ اکیلا آدمی ناچتا ہے۔ چھیج ہندوؤں کے ساتھ مخصوص ہے۔ یہ ناچ ہاتھ میں لکڑیاں لے کر ناچتے ہیں۔ لکڑیوں کے ساتھ گھنگھرو لگے ہوتے ہیں۔ دائرے میں پندرہ بیس ناچنے والے ہوتے ہیں۔ ہر شخص ایک ہاتھ کی لکڑی دوسرے شخص کی لکڑی سے ٹکراتا ہے اور چلتا بھی رہتا ہے۔ دائرے کے بیچ میں ڈھول بجتا رہتا ہے۔ ناچنے والوں کے گھٹنوں پر گھنگھرو بندھے ہوتے ہیں۔ یہ ناچ لکڑی اور گھنگھروؤں کی آواز سے عجیب ترنّم پیدا کرتا ہے۔

جھمر ملتان، ڈیرہ اسمٰعیل خاں، میانوالی، جھنگ، مظفر گڑھ، ڈیرہ غازیخاں اور بہاولپور کے اضلاع میں ہر جگہ مروّج ہے۔ مگر بلوچوں کی جھمر خاص اہمیت رکھتی ہے۔ یہ لوگ باریک ململ کے لمبے چُغے پہن لیتے ہیں اور اس کے اوپر کمر کے ساتھ دو پہلوؤں والی چادر لپیٹ لیتے ہیں۔ بڑی بڑی پیچدار شلواریں عجب بہار دکھاتی ہیں۔ چالیس پچاس بلوچوں کا گروہ جس میں نوجوانوں سے لے کر بُوڑھوں تک ہوتے ہیں۔ دائرہ بنا لیتا ہے۔ دائرے کے درمیان میں ڈھول بجانے والا ہوتا ہے۔ اور جھمر شروع ہو جاتی ہے۔ گیت کی تان پر ڈھول کی چوٹ تیز ہوتی جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بے حد تیزی آ جاتی ہے۔ ناچنے والے ناچ کے جوش میں بدمست سے ہو جاتے ہیں۔ ذیل میں میدانی علاقوں کی کچھ جھمریں پیش کی جاتی ہیں۔

اِنہاں سوہنیاں کوں دل ڈِیے بہنیدے　　دل ڈِیے کے سجناں ارمان تھیندے
پہلے تاں ڈِیندے مِٹھڑے دِلاسے　　بے وَس تاں دلڑی اُکلوں نہ بھاسے
وَل بھولیاں گالہیں کھل ٹوک، ہاسے　　سوہنیں نہ بَنڑدے ہرگز کہیں دے

اِنہاں سوہنڑیاں کوں دِل ڈِیے بہنیدے

اِنہاں سوہنیاں نال دلڑی اَڑاناں　　لاغرض ہوندے کردے وفاناں

اِنہاں سوہنیاں کوں دل ڈِیے بہنیدے

دل ڈِیے کے سجناں ارمان تھیندے

ڈِیس ڈِیس وے سوہناں کیوں نہیں اَندا　　ویڑھے تتی دے پھیرا کیوں نہیں پیندا

اِنہاں سوہنیاں کوں دل ڈِیے بہنیدے

جھنڑے تاں تیڈے سارا لوک ڈیندا لا یو بھاپرم دی سٹر گیُم چولا
اِنہاں سوہنیاں کوں دل ڈے بہیندے
دل ڈے کے سجناں ارمان تھیندے

خوش تھی وے ماہی میڈا وے ماہی ماریو تیر جگری گھٹ گیوں بھاہی
اِنہاں سوہنیاں کوں دل ڈے بہیندے
دل ڈے کے سجناں ارمان تھیندے

ترجمہ

"اِن حسینوں کو ہم بھولے بھالے لوگ دل دے بیٹھتے ہیں، مگر دل دے بیٹھنے کے بعد پچھتانا پڑتا ہے۔ کیونکہ پہلے تو ان کی بھولی بھالی باتوں سے معصومیت ٹپکتی ہے، پھر طعنے مہنے شروع کر دیتے ہیں اچھا تو یہی ہے کہ اے بے چارے بے بس دل اِن حسینوں کے دام تذویر میں نہ آ! تو اِن حسینوں کے ساتھ رشتہ محبّت نہ جوڑ! یہ بے پروا ہوتے ہیں، وفا نہیں کرتے!

اے حسین دلبر! بتا تو سہی کہ اب تُو ہمارے ساتھ کیوں نہیں بولتا۔ اور اِس بدبخت کے محلّے میں کیوں نہیں آتا۔ سب لوگ تمہارے عشق کے طعنے دیتے ہیں۔ تم نے عشق کی آگ لگا کر میرا تن بدن تک جلا دیا ہے۔ آہ! یہ جگر کا تیر تھا جو میں نے کھایا ہے!"

جھنگ کی جھمریں

جھنگ کے جنوبی علاقے کی جھمر کے کچھ بول ملاحظہ ہوں :-

میڈی لکھاں تے فلک نہ پوندی ہے

باجھوں یار ڈاڈھی دل ماندی ہے

ہک ہر دم ہک سانول دی ہے

میڈی لکھاں تے فلک نہ پوندی ہے

میڈا یار ہے یار شرابی　　میکوں بوچھن گھن ڈے غلابی

اساں ونجناں ہے یار دی شادی　　میڈی لکھاں تے فلک نہ پوندی ہے

باجھوں یار ڈاڈھی دل ماندی ہے

پٹی کھڑی ہاں ٹنگ شہر ینہہ دی　　اتوں تکتی ہے جھانور مینہہ دی

ڈٹھی سجناں دی جھوک لڈیندی　　میڈی لکھاں تے فلک نہ پوندی ہے

باجھوں یار ڈاڈھی دل ماندی ہے

میڈا یار ہے یار بے کس دا　　کدی ملیں ہاروندی نوں ہسدا

صدقے ونجاں تیڈی لہندی مس دا　　میڈی لکھاں تے فلک نہ پوندی ہے

باجھوں یار ڈاڈھی دل ماندی ہے

ترجمہ

"لاکھوں حسین میری آنکھوں میں نہیں جچتے۔ میرا دل دلبر کے بغیر سخت اُداس ہے۔ ہر آن اور ہر گھڑی دل میں صرف محبوب ہی کی خواہش اور چاہت ہے!

میرا محبوب شرابیوں کی طرح مست رہتا ہے۔ مجھے گلابی رنگ کا دوپٹہ خرید کر دو، کیونکہ مجھے اپنے محبوب کی شادی پر جانا ہے!

میں سرس کی ٹہنی پکڑے ہوئے ہوں آسمان سے تیز بوچھاڑ والی بارش شروع ہو گئی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے اپنے دوست کو نقلِ مکانی کرتے دیکھا ہے۔

میرا دوست بے کسوں کا یار ہے۔ اے دوست! کبھی مجھ روتی ہوئی کو مسکرا کر بھی ملو گے؟ تیری نوخیز جوانی پر سے صدقے جاؤں!"

مظفر گڑھ کے جھمّر!

اب ضلع مظفر گڑھ کے شمالی حصے کی جھمّر پیش کی جاتی ہے:-

رکھاں میں اُمید ماہی دے مِلن دی

مکّہ وی دُور ہے ونجناں ضرور ہے

حسن حسین دے سانگے دل ہئی تانگے!

رکھاں میں اُمید ماہی دے مِلن دی

نائیں ہے باری تولہ پُرانا میں منتاری تِرَدی نہ جاناں

وَدی گُلیندیاں لانگھے دِل ہئی تانگے!

رکھاں میں اُمید ماہی دے مِلن دی

ماس کھَدو ئی لھو پیتو ئی تے کیتو مجنوں وانگے

دِل ہئی تانگے ـــــ رکھاں میں اُمید ماہی دے مِلن دی

ترجمہ

"دوست کے ملنے کی امید ابھی باقی ہے۔ مکّہ دُور ہے، جانا بھی ضرور ہے

حسنین کے تعلق سے دل انتظار میں ہے۔

پہاڑی نالے بہت طوفانی ہیں۔ اور سرکنڈوں کی کشتی پُرانی ہے میں تیرنا بھی نہیں جانتی۔ اب حیران ہو کر پایاب گزرگاہیں تلاش کرتی پھرتی ہوں۔

آدھی آدھی رات کو وقت اور بے وقت، جنگل بیابان چھانتی پھرتی ہوں کہ شاید دوست کہیں مِل جائے۔

تُو نے میرا تن کھا ڈالا' اور میرا خون پی لیا۔ تُو نے مجھے مجنوں کا مثیل بنا دیا۔ اب دل ہر وقت انتظار میں ہے، پھر بھی اُمید ہے کہ تُو ایک نہ ایک دن ضرور ملے گا!"

خواجہ فرید کی کافی اور جھُمّر

اب خواجہ فرید کی ایک کافی ملاحظہ ہو، جسے جھُمر کے گیت کے طور پر ملتان، ڈیرہ غازیخاں اور بہادل پور میں گایا جاتا ہے :۔

دِل دَم دَم دردوں ماندی ہے

بِک ڈِٹھڑیں باجھ نہ لَہندی ہے

ہجر دیاں گزریاں ڈِکھیاں راتاں   ماپیو خویش نہ پُچھدے باناں

سینگیاں سیّاں نِہن نہ تاتاں!   مُٹھڑی پئی تڑپھاندی ہے

دِل دَم دَم دردوں ماندی ہے

چاک مہیں دامن کوں بھاناں   بھُل گیا سارا راج ببانّاں

گھولاں سیج، تے تُول وِہانٹاں   بیٹ دی ریت سُہاندی ہے

دِل دَم دَم درد وں ماندی ہے !

رانجھن جوگی مَیڈا رمیتا !   دل کوں جَیں ہے جادو کیتا

عشق تہیندا اوُں لوُں سِیتا   رَگ رَگ مُول نہ واندی ہے

دِل دَم دَم درد وں ماندی ہے

بھانٹاں یار دا من کوں بھانٹاں   ساڈاں جھنگ تے شہر مگھیانٹاں

پاسکیپی، سَسّاں مانٹاں   جندڑی جھوک غماں دی ہے

دِل دَم دَم درد وں ماندی ہے

گزریا ویلا ہسنٹ کھلنٹ دا   آیا وقت فرید چلنٹ دا

اوکھا پَینڈا دوست ملنٹ دا   جان لباں تے آندی ہے

دِل دَم دَم دِلڑی ماندی ہے!

ترجمہ

"ہر گھڑی اور ہر لحظہ دِل وقفِ اضطراب ہے اور دوست کے دیکھے بغیر چاہت کو تسکین میسّر نہیں آسکتی۔ ہجر کی دُکھ بھری راتیں کٹھن گزرتی ہیں۔ ماں باپ، اور رشتہ دار حال تک نہیں پُوچھتے۔ ہم عمر سہیلیاں اور سکھیاں بات تک نہیں سُنتیں!

بھنبھوں کا چرانے والا نوکر دل کو ایسا بھایا کہ ماں باپ کے گھر میں جو راج کرتی تھی وہ بھی بھُول گیا ہے۔ سیج، بستر اور سرھانے قربان کردوں بیٹ کی اُس ریت پر سے جو بہت بھلی معلوم ہوتی ہے!

رانجھن جوگی، جس نے دل پہ جادو کر رکھا ہے، میرا محبوب ہے
اُس کا عشق روئیں روئیں میں اِس طرح "ہل" گیا ہے کہ اب رگ و
ریشہ تک اِس سے خالی نہیں ہے!

یار کا مویشی خانہ دل کو بھا گیا ہے۔ بھاڑ میں جائیں جھنگ
اور مگھیانہ۔ مان اور غرور چھوڑ کر مسکینی اختیار کر دل گی۔ کیونکہ
میری زندگی، زندگی کا ہے کو ہے غموں کی نگری ہے!

ہنسی مذاق کا زمانہ گیا، اب تو اے فرید چلنے کا وقت ہے
دوست کے ملنے کی مسافت بہت دُشوار ہے۔ اِس کا تصوّر ہی
مجھے جاں بلب کر دیتا ہے!"

خواجہ صاحب کا کلام ملتان، ڈیرہ غازی خاں، بہاول پور اور
مظفر گڑھ میں مشہور ہے۔ آپ کی بہت سی کافیاں ایسی ہیں، جو جُھمر کے
ناچ میں گائی جا سکتی ہیں، مگر ہم نے صرف ایک کافی بطور نمونہ دی ہے کیونکہ
یہ کافی عوام میں بہت زیادہ مقبول ہے؛

مزاحیہ گیت

ملتانی زبان کے علاقے میں بڑے بڑے زمینداروں کے ہاں نقال اور بھانڈ ملازم ہوتے تھے۔ جو اپنے آقا کے اشارے پر، جس کی چاہتے پگڑی اُچھال دیتے تھے۔ ان زمینداروں میں چونکہ آپس میں ہمیشہ چشمک رہتی تھی۔ اِس لئے یہ ایک دُوسرے کے خلاف تمسخر آمیز باتیں سُن کر خوش ہوتے تھے اور مُنہ پھٹ بھانڈوں کو (جنہیں ملتانی زبان میں "ڈھاڈی" کہتے ہیں۔ انعام واکرام سے مالامال کر دیتے تھے۔ ملتانی میں قصیدے کو وار، اور ہجو کو سِٹھ کہتے ہیں۔ وار اور سِٹھ ہمیشہ ارتجالاً کہی جاتی ہیں۔ اور اُن میں سے اکثر خاصی طویل ہوتی ہیں۔

وار اور سِٹھ کا تعلق خاص ماحول اور ہنگامی موقع محل سے ہوتا ہے، تاہم کچھ نظمیں ایسی بھی ہیں جو ہمہ گیر ہونے کے باعث زباں زد خلائق ہیں۔ قصیدوں اور ہجوؤں سے ہٹ کر ہمیں ملتانی شاعری میں کچھ ایسے اشعار اور بول بھی ملتے ہیں جو مزاح کے ضمن میں آ سکتے ہیں۔ مگر نہ ایسے کہ اُنہیں بالکل ہی نظر انداز کر دیا جائے۔ ذیل کے متفرق اشعار اسی قسم کے ہیں، اور عورتوں کے اجتماعات میں کافیوں اور دوہوں کے ساتھ گائے جاتے ہیں۔

کھوُ تیڈ ے تے گھڑا بھرن آئیاں میکوں ڈیڈر ماری لت ہے
چولی میڈی تھئی ریر کتیراں سینہ رتو رت ہے
ترے سو سٹھ دی میں تاں چولی بنائی ہُن ٹٹیں نہ آندی ہتھ ہے
میں ناں سجناں دے کھوُ تے کدی نہ آساں میکوں ڈیڈر ڈِتی مت ہے

ترجمہ

"میں تیرے کنُویں پر پانی بھرنے آئی تھی کہ مینڈک نے مجھے لات ماردی۔ میرا کرتہ پھٹ کر دھجیاں ہو گیا ہے اور میرا سینہ لہولہان ہو گیا ہے۔ یہ کرتہ تین سو ساٹھ روپے کا بنوایا تھا۔ اب (اس کے پھٹ جانے کی وجہ سے) میری نبضیں چھوٹ گئی ہیں۔ آئندہ میں محبوب کے کنُویں پر پانی بھرنے کبھی نہ آؤں گی۔ مجھے مینڈک نے خوب سبق پڑھا دیا ہے!"

(۲)

ڈُو کوڈی دیاں مرچاں گھِدیاں نال کوڈی دا وصل
یار کوں مناون گئی ہاں چھوڑ کے سارا فصل
ڈُو کوڈی دیاں مرچاں گھِدیاں نال کوڈی دے ڈھلنے
یار کوں مناون گئی ہاں پا کے سارے گہنے
ڈُو کوڈی دیاں مرچاں گھِدیاں نال کوڈی دا گوشت
بیٹھیں نال پکا کے رکھاں کھاوے میڈا دوست
ڈُو کوڈی دیاں مرچاں گھِدیاں نال کوڈی دی دال

دیگر نال پکا کے دکھاں کھانواں یار دے نال
ڈو کوڈی دیاں مرچاں گھدیاں نال کوڈی دی ہلدی
گیئی ہانویں یار مناون خبر نہ ڈِتو وَلدی ؟

ترجمہ

" دو کوڑی کی میں نے مرچیں لیں اور ایک کوڑی کے پیاز۔ محبوب کو منانے کے لئے میں فصل کی پروا نہ کرتے ہوئے چلی گئی!

دو کوڑی کی میں نے مرچیں لیں اور ایک کوڑی کا دھنیا۔ محبوب کو منانے کے لئے میں سارے زیور پہن کر گئی تھی!

میں نے دو کوڑی کی مرچیں لیں اور ساتھ ہی ایک کوڑی کا گوشت ظہر کے وقت میں گوشت پکا رکھوں گی تاکہ میرا دوست کھائے۔

دو کوڑی کی میں نے مرچیں لیں اور ایک کوڑی کی دال۔ سورج غروب ہونے سے پہلے پکا لوں تاکہ محبوب کے ساتھ بیٹھ کر کھا سکوں!

دو کوڑی کی میں نے مرچیں لیں اور ایک کوڑی کی ہلدی۔ تو میرے محبوب کو منانے گئی تھی مگر تو نے واپس آکر مجھے جواب تک نہیں دیا!"

بے جوڑ شادی

پاکستان و ہند میں بے جوڑ شادیوں کا رواج قدیم زمانے سے چلا آرہا ہے۔ دیکھئے اس نظم میں دلہن اپنے بوڑھے شوہر سے کس طرح مذاق کرتی ہے:-

ایں گالہہ کوں ٻڈھڑا بھول نہیں
تیݙیاں گاہنڑ صیاں دی مِکوں لوڑ نہیں
ہِک ماراں پئی اُلاراں تیݙی ݙاڑھی اَڑدی
توں ہیں چاچا ٻڈھڑا ایں چھوہر کل دی
ہِک ماراں پئی اُلاراں
ٻڈھڑے کوں ݙیوو گڑ گاݙا جینویں
میں پوتری ہاں توں ݙاݙا جینویں
ہِک ماراں پئی اُلاراں
ٻڈھڑے کوں ݙیو چا پتاسے جینویں
سوڑی مَنجی اُتے بھِجن پاسے جینویں
ہِک ماراں پئی اُلاراں
ٻڈھڑے کوں چا ݙیوو لیلے جینویں
چلوں شاہ حبیب اتے تھیون میلے جیویں
ہِک ماراں پئی اُلاراں
ٻڈھڑے کوں ݙیوو چا لدنڑاں جینویں
میں کجلی توں بھیڑا کاٹڑاں جینویں
ہِک ماراں پئی اُلاراں
ٻڈھڑے کوں چا ݙیوو سوڑ جینویں
اُٹھی بہہ تکیندے اے تنوڑ جینویں ـــــ ہِک ماراں پئی اُلاراں

ترجمہ

"اے بوڑھے کھوسٹ! مجھے تیرے زیور گہنوں کی ضرورت نہیں،
اور نہ ہی تُو اِس راز کے معلوم کرنے کی کوشش کر!
تجھے ایک لگادوں اور دُوسرے کے لئے ہاتھ اونچا کروں!
بات یہ ہے کہ تُو بوڑھا چچا ہے اور میں کل کی چھوکری ہوں۔ میں
عمر میں تمہاری پوتی معلوم ہوتی ہوں اور تُو میرے دادے کی عمر
کا ہے۔ اِس بوڑھے کو تو اب بچہ گاڑی دے دی جائے!
اے بُڈھے کھوسٹ! ذرا ہٹ کر لیٹو، تمہاری جُوئیں مجھے
چمٹ جائیں گی۔ ایک تو کھاٹ بھی ایسی تنگ سی ہے کہ میرے
پہلو کی ہڈیاں ٹُوٹ رہی ہیں۔
اب ہم شاہ حبیب کے دربار پر جائیں گے۔ وہاں زیارت
کے بہانے سے محبُوب کی ملاقات ہوگی!
اے بوڑھے! میری آنکھوں کو دیکھ! کیسی کاجل بھری ہیں،
اور تیری تو ایک آنکھ ہی نہیں! یہ بُوڑھا چارپائی پر سے اُٹھ بیٹھتا
ہے تو سارے کُنبے کے لئے جو آٹا گوندھ رہی ہوتی ہوں،
اُسے شک وشبہ کی نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے!
بُوڑھے کھوسٹ! تجھے ایک لگاؤں، اور دُوسرے وار
کے لئے ہاتھ بلند کروں!" (یعنی تڑاتڑ لگاتی رہوں)

مزاحیہ چھلّے

دو چار مزاحیہ "چھلّے" بھی دیکھ لیجئے۔

چھلّہ نیلی تھگڑی رن بیٹھی وِگڑی
جینویں چھپّی گدڑی

"عورت اِس طرح بگڑی بیٹھی ہے جس طرح غصّے میں آئی ہوئی گیدڑ!"

چھلّا پیا داہ تے لگی آنویں جاہ تے
گہنے بدھے پاتے

"ڈیرے پہ زیور گہنے پہن کر آ جانا"۔

چھلّا ساوا اسرُوو اگوں یار دا گھر وو
پچھوں پے دا ڈر وو

"آگے محبوب کا گھر ہے، اور پیچھے اِس بات کا خوف کہ شوہر نہ آ جائے"

چھلّا میں نہ پیندی میکوں ماں ماریندی
سس طعنے ڈیندی

"چھلا میں نہ پہنوں گی۔ مجھے ماں مارتی ہے اور ہونے والی ساس طعنے دیگی!"

چرواہوں کے مذاق

گائیں بکریاں چرانے والے چھوٹے چھوٹے لڑکے جنگل میں اکٹھے ہوتے ہیں تو ایک دوسرے سے اِس طرح مذاق کرتے ہیں۔ ایک کہتا ہے :-

لولی ہو ــــــ کھو دا پڑیلا

تے صدقے تھیواں تیکوں کُتیاں چا گھیلیا

"میں تجھ پر واری جاؤں، میرے کُتوں نے تجھے زمین پر گھسیٹا!"

دُوسرا جواب دیتا ہے:۔

لولی ہو ــــــ کوئی کاہنیاں دا طاق ہے

تے میڈی منگیندی تیڈی سکّی مسات ہے

"میری منگیتر تمہاری سگی خالہ زاد ہے!"

اور اسی طرح ایک دُوسرے کو جواب دیتے رہتے ہیں۔ چند ایک بول ملاحظہ ہوں:۔

لولی ہو ــــــ کوئی پتیاں دی واڑی

تے بھونک نہ کُتیا پُٹ گھن سئیاں دی ڈاڑھی

"اے کُتے نہ بھونک بلکہ اپنے آقا کی داڑھی نوچ لے!"

لولی ہو ــــــ کوئی لُنڈی نساد ہے

تے گوڈیاں تئیں گھگھری رن پیکیں تیار ہے

"گھٹنوں کے اوپر تک تو اس کا گھاگھرا ہے اور میکے جانے کو تیار ہو رہی ہے!"

لولی ہو ــــــ کوئی ساوا کماند ہے

تے چھمک نہ ماریں ساڈا پیکیاں دا ڈاند ہے

"اوہوں اسے قمچی نہ مارنا، یہ ہمارے میکے والوں کا بیل ہے"

لولی ہو کئی بھیڈاں دی دھوڑ ہے
تے روٹی نہیں ڈیندی ساڈی کیا قصور ہے
"ہم سے کیا قصور ہو گیا ہے، جس پر تو ہمیں روٹی نہیں دیتی!"

"بیڑے" کی فرمائش

کھانے کے تمباکو کو ملتانی زبان میں "بیڑا" کہتے ہیں۔ تمباکو کو باریک کوٹ کر اُسے تیل میں چرب کرتے ہیں اور اسے مُنہ میں رکھتے ہیں۔ ذیل کے اشعار میں "بیڑے" کی فرمائش کی گئی ہے:-

بیڑا گھن ڈے میڈا یار، بیڑا گھن ڈے

بیڑا گھن ڈے میڈا یار — میڈے ڈنداں کوں آزار
تو ڈے چائی آویں اُدھار — بیڑا گھن ڈے میڈا یار!
بیڑا اُسے وِچوں آیا — اِتھاں چا کی آن وِرتایا
جیکوں گاتے جَت ہرایا — چُونڈھی منگدے وار وار

بیڑا گھن ڈے میڈا یار

بیڑا گھن ڈے میکوں کالا — جیندے وِچ ہے تیل بُوالا
میڈا یار ہے مست موالا — بیڑا گھن ڈے میڈا یار

بیڑا گھن ڈے میڈا یار

ڈیکھ بیڑے دا حال — گھن گئے ڈند پہلے سال
باقی رہ گئی ہے کھکھاڑ — ٹکّر کھاونڑ کوں ہاں خوار

بیڑا گھن ڈے میڈا یار!

"میرے دوست! مجھے بیڑا لے دو، میرے دانتوں میں درد ہے چاہے تمہیں اُدھار ہی کیوں نہ لینا پڑے، میرے لئے بیڑا ضرور لاؤ! بیڑا شمالی علاقہ سے آیا ہے۔ یہاں اسے تیلی نے آکر رواج دیا ہے۔ وہی تیلی جسے گانمے جٹ نے ہرایا تھا! ہاں تو میرے لئے بیڑا ضرور لانا، میرے دوست باری باری سے بیڑے کی چٹکی مانگتے رہتے ہیں!

مجھے کالے رنگ کا بیڑا لے دو، جس میں خوشبودار تیل ڈالا گیا ہے۔ کیونکہ میرا یار مست موالی ہے، مجھے بیڑا ضرور لے دو!

ذرا اب بیڑے کی کیفیت سُن لو، پہلے ہی سال یہ دانت لے گیا۔ اب صرف جبڑے باقی رہ گئے ہیں، میں روٹی کا نوالہ تک نہیں کھا سکتی۔ مجھے بیڑا لے دو!"

لنگڑی گھوڑی کی شان میں!

کسی زمیندار نے شاعر کو لنگڑی گھوڑی عنایت فرمائی۔ شاعر نے تحفہ تو قبول کر لیا، مگر گھوڑی کی شان میں اِس شان کا قصیدہ کہہ دیا کہ یہ اب تک بچے بچے کی زبان پر جاری ہے۔ لوگ باگ جب کبھی خوش گپیوں میں مصروف ہوتے ہیں "منڈی گھوڑی" کی نظم ضرور کہتے اور سُنتے ہیں۔ ملاحظہ ہو:—

منڈی گھوڑی

پیر فلاں کیہری ساکوں بخشی منڈی گھوڑی ہے

ڈُنڈ کریٹے ہنجوں دیٹے واہ اُستاداں ٹوری ہے

چُٹا ہنیں کنڈھ دے اُتےّ، پلّی رکھیر تے کھنڈ دے اُتےّ

زوُلیندی جاں منڈ دے اُتے ٹھیندی ڈِگی ڈوڑی ہے

گھوڑی دیاں کیا صفتاں لکھاں، واگ نپاں تاں لہن سکاں

اگوں جھکاں پچھوں دِھکاں رات تھئی گھر توڑی ہے

دھرو بندر تے اَن کھڑا ایم، داناں چاڑیم بھوہہ پوا ایم

ڈھٹی ڈِٹھم تے دل آیم واگاں بیٹھی تروڑی ہے

بھوہہ کوں اصلوں منہ نہ لیندی، داناں آلو کھادی ویندی

ساگی پچھوں کڈھ کھلیندی ہتھ وچ نال ہوڑی ہے

طبیب سیانا ٹانٹبہ گھن آیم، آ گھوڑی دا حال ڈِکھایم

ترُدیں واری حکیم ڈسایم نبضاں بیٹھی چھوڑی ہے

آخر ڈینہہ جمعہ دے ڈھٹی، ایجہیں ڈھٹی ول نہ اُٹھی

سوہنی جندڑی گیوس رُٹھی، ونج سہائیں ڈھوری ہے،

ڈیہہ ڈینہہ خیر دے لنگھ سدھانے کھا گئی میں غریب دے دانے

حال گھوڑی دا اگلی جانے ونڈ ونڈ گِدڑاں چھوڑی ہے

آکھ فقیر ہے وقت دعا دا شاہا جیوی صاحب زادہ

ڈے او ہو جیڑھا گھوڑی کھادا دِل نہ کرہن ٹوری ہے

ترجمہ

"پیر کہیری نے ایک لنگڑی گھوڑی عطا فرمائی۔ یہ گھوڑی دانت پیستی رہتی تھی اور اس کے آنسو کبھی نہیں تھمتے تھے اور اس کی چال اُستادوں کے کمال کی آئینہ دار تھی۔ اُس کی پیٹھ پر کوئی زخم بھی نہیں تھا۔ بس ایسا معلوم ہوتا تھا کہ اُسے دُودھ اور کھانڈ پر پالا پوسا گیا ہے۔ جب ڈھلوان پر زور لگاتی تھی تو یہ کچ مچ ہو کر دوہری سی ہو جاتی تھی۔

گھوڑی کی کیا صفتیں لکھوں۔ لگام کو ہاتھ میں لیتے ہی گھڑسواری کی سب آرزوئیں مٹ جاتی تھیں (گھوڑی عطا ہوتے ہی) میں نے اُسے آگے سے کھینچنا اور پیچھے سے دھکیلنا شروع کر دیا۔ مگر پھر بھی گھر پہنچتے پہنچتے رات سر پر آگئی۔ یہاں آکر میں نے گھسیٹ کر اسے بندر کے سامنے لا کھڑا کیا۔ بھوسہ منگوایا اور دانہ ڈالا۔ اس کے گر پڑنے کی آواز پر میں پلٹا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس نے تو باگیں بھی توڑ ڈالی ہیں۔

بھوسے کو اس نے مُنہ نہیں لگایا تھا۔ اور دانہ تھا کہ جوں کا توں واپس برآمد ہو رہا تھا اور میری حالت یہ تھی کہ پھاوڑا لے کر میں صفائی میں مصروف تھا۔ آخر میں نے ایک سیانے طبیب کو بُلایا اور اسے گھوڑی دکھائی۔ مگر حکیم نے چلتے ہوئے کہہ دیا کہ گھوڑی کی نبض بند ہو چکی ہے۔ بالآخر جمعہ کے دن گھوڑی گر پڑی اور ایسی گری کہ اس نے پھر اُٹھنے کا نام نہ لیا۔ بیچاری کی روح اس سے روٹھ گئی۔

اور گھوڑی نے ایک گڑھے کو زینت بخشی۔ خیر سے بیس دن گزر گئے تھے۔ اس عرصہ میں مجھ غریب کے بہت سے دانے کھا گئی تھی۔ مگر گھوڑی بے چاری گیدڑوں کا نوالہ بن گئی۔

اے فقیر! اب دُعا کا وقت ہے۔ میرے محسن تمہارے صاحبزادے جیتے رہیں۔ دل تنگ نہ کر اور مجھے دانے واپس کر دے جو یہ گھوڑی کھا گئی ہے۔"

من موہن کی نظم "پیسہ"

بے موقع نہ ہوگا، اگر ہم یہاں ایک نظم بعنوان "پیسہ" پیش کر دیں، جس میں نظیر اکبرآبادی کا تتبع کیا گیا ہے اور جو ایک ہندو شاعر من موہن کی تصنیف ہے۔ شاعر کا نام ہی غالباً اس کا تخلص ہے، کیونکہ اس کے متعلق مزید حالات معلوم نہیں ہو سکے۔ نظم ملاحظہ ہو:۔

"پیسہ"

سب کُجھ کرد کھلیندے پیسہ

پیسے کِیتے سکّے بھائی — شام سویرے کرن لڑائی
کاتیاں پھیر دے تیز کِلائی — ڈاڈھے شر گھتوندے پیسہ

سب کُجھ کرد کھلیندے پیسہ

پیسہ ہے اِنسان دی شان — پیسے نال سڈیندِن خان
چوہدری بکھی سیٹھ دیوان — مانڑ گمان ودھیندے پیسہ

سب کجھ کر ڈکھلیندے پیسہ

دولتمند جے ونجے کتھائیں   پیسے نال ہزاراں جائیں
ہر کوئی آکھے لنگھ آ سائیں   سائیں کوں سائیں کریندے پیسہ
سب کجھ کر ڈکھلیندے پیسہ

دولت جبیندے کول زیادی   بیٹھا ہووے عُمرہ کھادی
نینگر نال کریندے شادی   بڈھڑیاں کوں پرنیندے پیسہ
سب کجھ کر ڈکھلیندے پیسہ

رُٹھا ہووے جو کوئی بھرا   چوں پیسیاں دی کس چا کھا
میں ازمائے توں آزما   رُٹھیاں کوں منویندے پیسہ
سب کجھ کر ڈکھلیندے پیسہ

پیسے کیتے نکے بال   روتوں رِت ونجانوں حال
ڈیو پیسہ تے تھیوے نہال   روندیاں کوں کھلویندے پیسہ
سب کجھ کر ڈکھلیندے پیسہ

جیڑھے بیٹھن پیسہ پھوک   سُنڑن ہِن پیسے دی ہوک
ہے ہے کر کے ڈینیدن کوک   روندیاں کوں بکھیندے پیسہ
سب کجھ کر ڈکھلیندے پیسہ

پیسہ جبیندے کول نہ ہووے   او شودا قسمت کوں رووے
دُشمن دے دی پیریں پووے   منموہن مُنہ دھوندے پیسہ
سب کجھ کر ڈکھلیندے پیسہ

ماہیئے اور ڈھولے

ملتانی زبان کے علاقے میں ماہیئے صرف ملتان تحصیل کے شمال مغربی حصّے میں یعنی کنارہ راوی ہی میں گائے جاتے ہیں۔ ویسے بلحاظ صنفِ سخن یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ کیونکہ ملتانی زبان کے اکثر گیت جو ماہیئے نہیں ہوتے، مگر ان میں ماہیئے کی تکنیک استعمال ہوتی ہے۔ یعنی ان کا ایک مصرعہ صرف برائے وزن ہوتا ہے۔

"ماہی" کا لفظ عام ملتانی شاعری میں معشوق کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسرے الفاظ مثلاً رانجھا، ڈھولا، پُنّل، جانی وغیرہ بھی ان ہی معنوں میں آتے ہیں۔ ہمارے خیال میں ماہی مہینوال کی مخفف صورت ہے جس کے معنی بھینسیں چرانے والا ہیں۔ اور یہ رانجھے کا عرف ہے۔ جس علاقے میں ماہیئے کا رواج ہے، وہاں کوئی شخص ایسا نہیں جسے کچھ نہ کچھ ماہیئے یاد نہ ہوں بعضوں کو تو سینکڑوں ماہیئے ازبر ہیں۔ مگر ایک شخص کے ماہیئے بمشکل کسی دوسرے شخص کے ماہیئے سے ملتے ہوں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایک تو ماہیئے اب تک ضبطِ تحریر میں نہیں آئے۔ دوسرے یہ صنفِ سخن اتنی آسان ہے کہ ہر شخص خواہ وہ شاعر ہو یا نہ، بڑی آسانی سے ماہیا کہہ سکتا ہے۔

مضمون کے لحاظ سے ماہیئے میں بے حد وسعت ہے ہمیں ایسے بھی

ماہیئے دستیاب ہوئے، جو بے حد عریاں تھے، اور ایسے بھی، جو سوقیانہ، بذلیہ اور فحش تھے۔ ذیل کے مختلف ماہیوں میں خاصے طویل مضامین مختصر سے الفاظ میں بیان کر دیئے گئے ہیں۔ ان میں شستگی اور شائستگی بھی ہے اور نازک خیالی بھی۔ ذرا اس علاقہ کی معاشرت اور اس کی قیود پر بھی نگاہ رکھ کر ذیل کے ماہیئے ملاحظہ فرمائیے:۔

جیڑھے پاسے ماہی ٹریا   باغاں وچ گھا کوئی ناں
اوں پاسے داراہ کوئی ناں

"جس طرف کو محبوب گیا ہے، اس طرف کو جانے کا کوئی راستہ نہیں"

ساڈے ذمے کئی گل نہیں   کوئی کسیاں دے بادھے نی
اینویں لوکاں دے وادھے نی

"ہمارے ذمہ کوئی بات نہیں یوں ہی لوگوں کی بڑھائی ہوئی باتیں ہیں!"

اندر بیمار پیاں   کوٹھے تے پھل ٹکدے
باہروں جندڑی دے مُل چکدے

"میں مکان کے اندر (مرضِ عشق میں مبتلا ہو کر) بیمار پڑی ہوں اور باہر میری زندگی کی قیمتیں چکائی جا رہی ہیں۔"

لانوݨ کوں لا بیٹھی!   ہک جوڑا ہے مُنگراں دا
ہُݨ جھورا ہے عُمراں دا

"لگانے کو تو میں نے عشق لگا لیا ہے۔ لیکن اب سوچ بچار کا جھمیلہ ہے اور تفکرات کا جھنجھٹ عمر بھر کے لئے ہے!"

بدلی آگئی ہے ساوݨ دی   کوئی تدبیر ڈسا

________ رُٹھے یار مناوݨ دی

"ساون کی بدلیاں آگئی ہیں۔ اب کوئی تدبیر بتاؤ جس سے روٹھے ہوئے دوست کو منا سکوں!"

دریا وِچ بیڑی ہے   رَلی ہوئی قسمت چا

________ اللہ پاک نکھیڑی ہے

"دریا میں کشتی ہے، دو قسمتیں جو مل چکی تھیں انہیں خدا نے جدا کر دیا ہے"

ہٹیاں دے کھنڈ دِیتی   ہک تاں غریبی ہے

________ ڈُوجھا سجناں کنڈھ کیتی

"ایک تو افلاس کی ماری ہوں، دوسرے محبوب نے ہم سے منہ موڑ لیا ہے"

گِگراں دے پھُل ماہیا   اَساں پردیسی ہیں!

________ ساڈے پچھوں نہ رُل ماہیا

"ہم پردیسی لوگ ہیں، ہمارے پیچھے آ کر در در کی ٹھوکریں نہ کھاؤ!"

چِڑی اُڈ گئی ہے پلیاں توں   یار رُسائی کھڑی ہاں

________ اِنہاں چیچی دیاں چھلیاں توں

"ہائے افسوس! دوست مجھ سے صرف چھنگلیا کے چھلوں کی وجہ سے رُوٹھ گیا ہے!"

چولی اُتے لانِلّا   گلی وِچ یار رلیا!

________ اکھیں پڑھیا بسم اللہ

"گلی میں محبوب ملا تو آنکھوں نے کہا "بسم اللہ" !"

کوئی اُڈ ہٹی واندھی ہے — سنبھل کے کھل ماہیا

________ تقدیر نہ رہندی ہے

"دوست! ذرا سنبھل کر ہنسنا، تقدیر (انتقام لینے میں) کسی کے روکے سے نہیں رُکتی !"

باغاں وچ اَنب جھلدے — سجن سیانے ہوندے

________ اساں دَر دَر کیوں رُلدے

"دوست سیانا ہوتا تو ہم در بدر کی ٹھوکریں کیوں کھاتے !"

کوئی رتیلا بہاری دا — کیکوں کیکوں حال ڈساں

________ میں قسمت ماری دا !

"اپنی پھوٹی ہوئی تقدیر کا حال کس کس کو بتاؤں ؟"

سڑکاں اُتے رُڑھ گنگناں — تیکوں یاد ضرور آسی

________ ساڈا اوروکے ٹُر ونجناں

"تمہیں یاد تو ضرور آئے گا، ہمارا رو رو کے چلا جانا !"

سونے دے نزے ماسے — کیں جا جگایا ہے

________ تیڈی یاد وچ پئے ہاسے

"کس نے ہمیں جگا دیا، ہم تمہاری یاد میں محو تھے"

کوئی لمبوں جہاز آیا — سُتیاں دیاں اُکھڑ گیاں

________ کوئی ویلا جو یاد آیا!

"کوئی خاص وقت یاد آیا تو نیند اچانک اُچاٹ ہو گئی"

رنگ لگیا پکھیاں کوں سجن سِکھائی ویندیں
_______ رَت رونوُن اُکھیاں کوں

"اے دوست! تم جا تو رہے ہو، پر یہ جان لو کہ تم نے آنکھوں کو خون کے آنسو رونا سکھا دیا ہے!"

جالے وِچ سَپ ٹھُوندا اِنہاں کوں تُوں کون رُسے
_______ جنہاں باجھ نہ جھٹ پوندا

"کون روٹھ سکتا ہے ایسے محبوب سے، جس کے بغیر ایک پل بھی نہ گزرتا ہو"

کتھوہاں دے کھاڈے نی شالا دشمن دے وی نہ ہووِن
_______ جیڑھے حال اَساڈے نی

"جو حال ہمارا ہے، خدا کرے یہ دشمن کا بھی نہ ہو!"

دوہے

دوہے، پاکستان و ہند کی تقریباً ہر زبان میں ملتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ مقامی شاعری کی ابتدائی شکلوں میں سے قدیم ترین ہے۔ دوہا، جیسا کہ نام سے ظاہر ہے۔ دو بیتوں کے قطعے کو کہتے ہیں۔ لیکن ملتانی زبان کی شاعری میں ڈیڑھ اچار سے زیادہ مصرعوں کا بھی ہوتا ہے۔ باوجود اس کے کہ ملتانی زبان کا لٹریچر بہت کم شائع ہوا ہے۔ دوہاجات کے نام سے سینکڑوں شعراء کا کلام چھپ چکا ہے۔ ان میں سے گداز، خوش دل، نوروز، وفا، بے کس، غمناک،

یتیم، نواز وغیرہ کے ڈوہڑے مشہور ہیں۔ ہم ذیل میں بطور نمونہ چند ایک ایسے دوہے درج کرتے ہیں جو مطبوعہ نہیں، اور عوام میں بہت زیادہ مقبول ہیں۔

(۱)

غماں وِچ جمیُم تے غماں وِچ پلیُم تے غماں وِچ لدھیُم لانواں
سُتیاں بیٹھیاں نِندر نہ آوے وَدی یار دے گانوَن گانواں
جیکر بھیجیں خیر دیاں خبراں تتی چولے اَنگ نہ مانواں
خوشدل بِن سجناں دے بھجّی بانہہ کیندے گل لانواں

"میں غموں میں پیدا ہوئی، غموں میں پلتی رہی اور غموں ہی میں دُلہن بنی، نیند کسی طور نہیں آتی۔ ہر وقت محبوب کے تصور میں مگن رہتی ہوں تمہاری خیریت کی خبر سے یہ بدبخت جامے میں پھولی نہیں سماتی۔ اے خوشدل! محبوب کے بغیر کون ہے جو اِس ٹوٹے ہوئے بازو کو گلے میں باندھے؟"

(۲)

مُدّت ہوئی یار نہ ملیا ہائے وے لوکو لُٹیاں!
کاں اُڈیندی پیر مُریندی راہ بھلیندی ہٹیاں!
بسمل وانگے پئی تڑپھانواں نِت ہجر دی کُٹھیاں
بھیڑی اَمڑی جوڑ پلایُم درد ڈکھاں دیاں گُھٹیاں

"محبوب کو ملے عرصہ ہو چکا ہے، اے لوگو! میں تو لُٹ گئی ہوں! کوّے اُڑاتے اُڑاتے۔ پیروں کی منتیں مانتے مانتے اور رہ انتظار

میں آنکھیں بچھاتے بچھاتے اب تھک ہار چکی ہوں۔ بسمل کی طرح تڑپ رہی ہوں۔ مجھے ہجر نے ذبح کر دیا ہے۔ لاکھوں درد ہیں جو میری بدنصیب ماں نے مجھے گھٹی میں پلا دیئے!"

(۳)

اَجکل آوَن کیتو ماہی تیڈی اَجکل مُول نہ کھٹدی
سانگ ہجر دی لگی ہم ہٹ پیڑ جگر وچ اُٹھدی
ہڈ چم جل بَل کیری تھئے اَجاں سوزوں جند نہ چھٹدی
غمناک فراق دی رات بھیڑی جیندی اصلوں پَرہ نہ پھٹدی

"اے محبوب! تُو نے اجکل میں آنے کا وعدہ کیا تھا۔ کیا تیری اجکل ختم ہونے میں نہ آئے گی۔ مجھے ہجر کا نیزہ ایسا لگا کہ اب جگر سے ہُوک اٹھتی ہے۔ ہڈیاں اور چمڑا جل بھُن کر راکھ ہو چکے ہیں۔ مگر سوز سے میری جان کو ابھی تک نجات حاصل نہیں ہوئی۔ اے غمناک! فراق کی رات بھی کیا رات ہے جس کی پَو بھی پھٹنے میں نہیں آتی!"

(۴)

اوکھیں عمر گزاراں تیں بن ڈُکھے ڈیہہ گزردے، ظلم قہر دے
نقش نگار تے اَنگ ڈھنگ دِل توں ہرگز نہیں وِسردے، تیں دلبر دے
جندڑی گالیم دَل نہ بھالیو طرف ایہیں ابتر دے، نال ہجر دے
ہِردے وِیری نال کہیں دے ظلم نہ ایجھا کردے، توڑے بَردے
پِے بھگتیسوں چھوڑ نہ ڈیسوں بھانویں پُچھ چڑھ مردے، تتی کے بَردے

غمناک فریاد کریسوں اساں اگوں رب اکبر دے، روز حشر دے

"تیرے بغیر اے محبوب! زندگی مشکل ہے اور ظالم تمہارے دن بڑے دکھوں میں گزر رہے ہیں! تجھ دلبر کے رنگ ڈھنگ اور نقش و نگار دل سے محو نہیں ہو سکتے۔ میں نے اپنی جان گنوائی۔ پھر بھی تُو نے نگاہِ مہر سے میری طرف نہ دیکھا۔ میرے جگر کے داغ اور دل کا درد قبر میں بھی فنا نہ ہوگا۔ اچھا ہُوا جو کچھ بھی ہُوا ہم تمہیں ہرگز نہ چھوڑیں گے اور تمام مصیبتیں خوشی خوشی تمہارا غلام بن کر جھیلیں گے۔ اے غمناک! بروز حشر رب اکبر کے سامنے اپنی فریاد پیش کریں گے!"

(۵)

منگ منگ رہیاں مشکیں موت نہ آوے!
پاندھی پچھ پچھ رہیاں کوئی کیچ نہ جاوے
ہک ہم ڈھول پرے ڈوجھا لوک ستاوے
داراں جان گداز اجیہڑا آن ملاوے

"موت کو بلاتے بلاتے تھک چکی ہوں، شاید مانگنے سے موت نہیں ملتی۔ ایک ایک سے پوچھتی ہوں۔ مگر کسی قاصد کا پتہ نہیں ملتا۔ کیچ جانے کو کوئی تیار نہیں ہوتا۔ آہ! ایک محبوب دُور ہے، دوسرا لوگ ستاتے ہیں۔ اے گداز! جو کوئی مجھے میرا محبوب ملا دے، اُسے نقدِ جان بطور قیمت کے ادا کروں گی!"

ڈھولے

خواجہ فرید کی تحقیق کے مطابق ڈھولا فرضی نام نہیں، بلکہ حقیقتاً ایک شخص کا نام ہے۔ جس کی محبوبہ کا نام مارُو ہے۔ جس طرح ہیر رانجھے کا ہیرو رانجھا اب ہر عاشق کے لئے استعمال ہوتا ہے۔ اُسی طرح "ڈھولا" سے مراد محبوب لیا جاتا ہے۔ "ڈھولے" اَب قدیم زمانے کے گیت ہیں۔ یہ ایک خاص قسم کی جھُمر کے وقفے کے درمیان گایا جاتا ہے۔ جب ڈھولے کا بول ختم ہو جاتا ہے تو جھُمر کے بول پر ناچ شروع ہو جاتا ہے۔ جھُمر کا بول یہ ہے:۔

"ڈھول مکھناں، دل پردیسیاں دا راضی رکھناں"

ڈھولے تین مصرعوں کے ہوتے ہیں۔ تیسرے مصرعے کے ساتھ جھُمر کا بول ملا کر ناچ شروع کیا جاتا ہے۔ مثلاً:۔

بزارِ وِکاندا چھج وے　　　میں مُندھری کوں ڈیکھ نہ بھج وے

عملاں دی پُوری ہاریں، وے ڈھولا

"ڈھول مکھناں! دل پردیسیاں دا راضی رکھناں

اب ذیل کے چند ڈھولے ملاحظہ ہوں:۔

بزارِ وِکاندی تَر وے　　　میڈا اسوڑی گلی وِچ گھر وے

تے پیپل نشانی وے ڈھولا!

"میرا تنگ گلی میں گھر ہے، پیپل کا درخت (اس گلی میں) خاص نشانی ہے!"

ہزار وِ کاندی پَنڈ وے تیڈے بُت وِچ میڈی جندوے

ہکو کر سمجھیں وے ڈھولا

"تیرے جسم میں میری جان ہے، اپنے آپ کو اور مجھے ایک سمجھنا"

ہزار وِ کاندی چرخی میکوں گھن ڈے نکی جہئی چرخی

کتاں ڈکھاں دیاں پونڑیاں وے ڈھولا!

"مجھے چھوٹی سی ایک چرخی خرید دو، تاکہ دُکھوں کی پونیاں کاتوں"

ہزار وِ کاندیاں گندلاں ڈیہہ ڈس گیوں پورے پندراں

تے عُمر گزاری ہئی جینویں ڈھولا

(پردیس جاتے وقت) "تُو نے پندرہ دنوں میں واپس آنے کا وعدہ کیا تھا۔ مگر اب تو ایک عمر گزر گئی ہے اور تُو نہیں آیا!"

ذیل کے اشعار نہ ڈھولے ہیں اور نہ ماہیے یا ڈوہڑے۔ انہیں مفردبیت سمجھنا چاہیے۔ چونکہ دلچسپ ہیں، اس لیے درج کیے جاتے ہیں:-

● عِشق تے آتش ڈوہیں برابر ہکّل عشق زیادہ چاپے

بھانڑ بندی ککھ تے کانے عِشق دِلاں دے گھاپے

"عشق اور آتش دونوں برابر ہیں۔ لیکن ایک صُورت میں عشق کا پلّہ بھاری ہے (کیونکہ) آگ تو تنکے اور سرکنڈے جلاتی ہے مگر عشق کی آگ میں دِل جلتے ہیں!"

● پار دی کندھی کوئی ٹنگ شہر بنہہ دی

اینویں وَلیں جاتی جینویں جھانور مینہہ دی

"ایسے واپس آنا جیسے بارش کی تیز بوچھاڑ آتی ہے!"

● ڈِہن واہ رنگ لایا کھُوہاں!
اللہ ملیسی اِنہاں سِکدیاں رُوحاں

"گنوئیں کا پانی بہتے ہوئے نالوں میں اٹھکیلیاں کر رہا ہے۔ خدا
اِن چاہت بھرے دلوں کو بھی مِلائے گا!"

● جے جانڑاں سَدّ ماہی والا پانی مُول نہ وَنجاں
سیلھُوں سَٹ گھتاں وِچ بیلے ندی گڑھانواں چھنّاں

"اگر میں محبوب کے بُلاوے کو پہچان لوں تو پانی بھرنے ہرگز نہ جاؤں
گھڑے کے نیچے سر پر رکھنے کا کپڑا (سیلھُوں) جنگل میں پھینک دوں
اور گھڑا ندی میں بہا دوں!"

● گھُلی واتے گھُل پیاں ہیلاں
راہوں وَل آویں کئی پووِنیں ولیلاں

"ہوا کا زور ہوا۔ ہلکی ہلکی ہوا چلی۔ خدا کرے تیرے دل میں کوئی ایسا
وہم پیدا ہو جائے کہ تُو راستے سے پلٹ آئے!"

● اُبھریا چندر نے اُبھرے تارے
تیئیں راہی فجرّ دوست پیارے

"چاند نکل آیا، تارے بھی اُبھر آئے ہیں، آج صبح سویرے
میرا محبوب سفر پر جانے والا ہے!"

● اُچّی خجّی جیندے لمبے بوہارے

سہی نہم جاتی تیڈے کوڑے لارے

"جس طرح، کھجور کے اونچے درخت تک رسائی مشکل ہے (اُسی طرح)

اے محبوب، تیرے جھوٹے دم دلاسے، جن سے میں واقف نہیں تھی،

میرے لئے مشکل اور پریشانی پیدا کر رہے ہیں!"

پرانے زمانے میں رواج تھا کہ گاؤں یا محلّے کی دوشیزائیں ایک ہی جگہ چرخہ کاتنے کے لئے جمع ہو جایا کرتی تھیں۔ اس جگہ کو "آتن" کہتے تھے۔ مِل بیٹھ کر چرخہ کاتنے سے ایک تو مشقّت آسان ہو جاتی تھی۔ دُوسرے صحت مندانہ مقابلے کی وجہ سے سُوت بھی زیادہ کاتا جاتا تھا۔ اِس کے علاوہ "آتن" گویا زنانہ شاعری کا مرکز بھی تھا! آجکل نہ چرخہ کاتنے کا رواج ہے اور نہ مِل بیٹھ کر جمع ہونے کا۔ یہ نظمیں قدیم معاشرے اور نوجوان لڑکیوں کے محسوسات کی عکّاسی کرتی ہیں:-

(۱)

چرکھہ گھڑڈے درکھاناں

تتّی ساہورے گھر جانڑاں

اُچّی ماڑی تے گھگھواں دا جوڑا   نَنڈھی موت تے وڈا ہے وِچھوڑا

تتّی ساہورے گھر جانڑاں

چرکھہ گھڑڈے درکھاناں

اُچّی ماڑی تے بولن مور   میڈا اجی تاں ویندا ہے ڈول

تتّی ساہورے گھر جانڑاں

چرکھہ گھڑ ڈے در کھاناں

میڈی چیچی دے جھنڑ پے چھلّے ملک الموت سنیڑے گھلّے
بھیڑی موت کوں کوئی ٹھلّے چرکھہ گھڑ ڈے در کھاناں

تتّی ساہورے گھر جانڑاں

اُچّی ماڑی تے ڈودھ پئی رڑکاں میکوں سارے ٹبر دیاں جھڑکاں
تتی رو رو حال ونجاواں چرکھہ گھڑ ڈے در کھاناں
اُچّی ماڑی تے پڑھدیاں فاعدہ تھوڑے ڈیہاں دا کر گیا وعدہ
گھنڑیں مُد لائی وے چرکھہ گھڑ ڈے در کھاناں
اُچّی ماڑی تے ہلیر بولے ساڈا اجی وچ قبر دے ڈولے
ہن تاں سجناں دے بھن رہیاں بھولے چرکھہ گھڑ ڈے در کھاناں

تتی رو رو حال ونجاونڑاں

تتی ساہورے گھر جانڑاں

"اے چوب تراش مجھے چرکھہ بنا دے۔ اِس بد بخت کو سُسرال جانا ہے۔ اونچی ماڑی (بالائی منزل) پر کبوتروں کا جوڑا رہتا ہے جوانی کی موت بہت بڑی جُدائی ہے۔ اونچی ماڑی پر مور بولتے ہیں اور میرا جی ڈولتا ہے۔ میری چھنگلیوں کے چھلّے گر پڑے یہ بدشگونی ملک الموت کا پیغام ہے۔ کاش اِس ظالم موت کو کوئی روک سکتا۔ اونچی ماڑی پر دودھ بلوتی ہوں۔ مجھے سارے کنبے والوں کی طرف سے جھڑکیاں ملتی ہیں۔ اونچی ماڑی پر فاعدہ

پڑھتی ہوں، محبوب نے جاتے ہوئے وعدہ کیا تھا کہ بہت جلدی واپس آؤں گا مگر اب بہت زیادہ مدّت گزر گئی ہے محبوب نہیں آیا۔ اونچی ماڑی پر بٹیر بولتا ہے۔ قبر میں بھی ہمارا دل گھبراتا ہے۔ میں نے محبوب کو ہر آئینہ آزمایا ہے۔ اب یہ بدبخت رو رو کر حال تباہ کر رہی ہے!"

(۲)

میڈے نر کلے کوں وَل پے گیا
اللہ توں سجن ملا!
"میرے نکلے میں بل آ گیا ہے۔ یا اللہ تو میرا محبوب مجھے ملا دے"
نر کلے کوں وَل ہے تے وَل ہے پُنج تے
روندی میں بیٹھی ہاں سجناں کوں مُنج کے
میڈے نر کلے کوں وَل پے گیا
"دوست کو بھیج تو دیا ہے، مگر اب رو رہی ہوں"
نر کلے کوں وَل ہے تے وَل ہے چمڑی
گھر بہئی ہاں ماندی، سڈ میڈی اَمڑی
اللہ کریسی شفا
نر کلے کوں وَل پے گیا
"گھر میں بیمار پڑی ہوں، میری ماں کو بلواؤ، اللہ شفا دے گا"
نر کلے کوں وَل ہے تے وَل ہے پیڑھی

عشق تیڈے دی گنڈھ پئی چیڑھی

اللہ تُوں چا چھُڑا

میڈے ترکلے کوں وَل پے گیا

"تیرے عشق کی گرہ ایسی سخت ہے کہ کھولی نہیں جا سکتی - اللہ گرہ کشائی کرے گا!"

ترکلے کوں وَل ہے تے وَل ہے مُنّیں

پیاں ہِن گنڈھیں تے سائے پُنّیں

سجݨ تھیم جُدا

ترکلے کوں وَل پے گیا

"میری شادی کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے ۔ اب سسرال والے آیا ہی چاہتے ہیں - آہ! محبُوب جُدا ہو گیا!"

ترکلے کوں وَل ہے تے وَل ہے ہتّی

میں ٹُروِیاں ھتّی تتّی!

اللہ ہے بے پروا

ترکلے کوں وَل پے گیا

"میں تو یوں ہی نامُراد اور بدبخت چلی جاؤں گی، اللہ بے پرواہ ہے"

چرکھے دے ہِن مُنّے کھڑانویں

پہلی پُونی یاد دے نانویں

جُلیاں سُتر کتّا

چرکھے کوں وَل پے گیا

"پہلی پُونی دوست کے نام کی ہے۔ سُوت کتوا کر چلی ہوں"

ترکلے کوں وَل ہے تے وَل ہے چھلّی

وِچ تاں قبر دے پئی ہاں اکلّی

ناں کوئی سنگت ساتھ اڑیا

ترکلے کوں وَل پے گیا

"قبر میں بالکل اکیلی پڑی ہوں کوئی سنگت ساتھ بھی نہیں ہے"

چرکھے کوں دل ہے مرتی پکارے

دھانوَن چلی ہاں ندی دے کنارے

میڈیاں چھیتیاں پڑ توں رہا

ترکلے کُوں وَل پے گیا

"میں ندی کنارے نہانے چلی ہوں۔ میں نے کاتنا شروع ہی کیا تھا،

مگر اب یہ پُونیاں رہ گئیں!"

آج سے دو سو برس پہلے چرخے کے گیت اس قدر مقبول تھے، کہ صُوفیائے کرام بھی اپنی تعلیمات میں انہیں استعمال کرتے تھے۔ حافظ محمد جمال رح (متوفی ۱۲۲۶ ہجری) کی ایک سی حرفی بہت مشہور ہے۔ دو چار بند اِس سی حرفی کے پیش کئے جاتے ہیں:۔

الف اُٹھی دھیانت جاگ سویلے توں ٹُن دِھی سیانی

گھن چرکھا بہہ کتّݨ کیتے بہوں ہے رات وہاݨی
ایہو ویلا تیڈے ہتھ نہ آسی توں سُݨ دھی ایاݨی
اُوتھ جمال سُہاگݨ سو ہے جو شَو دے من بھاݨی

ب بَنھ دھی آ دل کتّݨ اُتے سمّݨ چھوڑ نکمّاں
سَبھ حیاتی نال نہ تیڈے رہسی بابل امّاں
آسی اجال اکلّھے سر تے سہسیں سُول سہمّاں
چرہ چگب جی جمال ہمیشہ یار کریسن جمّاں

ص صفائی نال دِھیا توڑے کت پئی ہکّا چھلّی
ٹھلّے سُتر دے کتّݨ کولوں تند نکیری بھلّی
ساری عمر دا کیتا ونجا لیو گھت کے تند اوّلی
فضل جمال اللہ دے باجھوں کائی نہ سُجھے گلّی

ق قبیلے ویسیں دِھیا کتّݨ سِکھ سبھائی
اگوں چھپن ڈاج کیا ڈھیو پیو گھر عمر ونجائی
ماسی، پھپھی، ماتیکوں کیا متّیں ڈیندی ہائی
وڈا داغ جمال اُنہاں جنہاں غفلت عمر ونجائی

ترجمہ

(۱)، بٹیا اُٹھو! رات بہت جا چکی ہے۔ اب چرخہ لے کر کاتنے بیٹھو
اے بھولی بھالی بیٹی! یہ وقت پھر تمہارے ہاتھ نہیں آئے گا!
وہاں سُہاگن دبخت والی، وہی کہلا سکے گی جو اپنے مالک کو پسند ہو گی!"

(ب) "اے بیٹی! کاتنے میں خُوب دل لگا، اور بے کار سوتے رہنا چھوڑ دے۔ تمہارے ماں باپ عمر بھر تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتے! تمہیں ایسے دِن بھی گزارنے پڑیں گے۔ جب تم بالکل اکیلی ہوگی اور خوف دہر اس کے کانٹے تمہیں سہنا ہوں گے۔ مالِ دُنیا جمع کرنے کی چیز نہیں ہے۔ چَرخہ چَگ کر زندگی کے دن پورے کر لو!"

(ص) "اے بیٹی! تمہاری زندگی کا کاروبار بے داغ ہونا چاہیئے۔ خواہ تم ایک پُونی ہی کاتو۔ لیکن یہ ایک پُونی بالکل صاف سُتھری ہونی چاہیئے۔ موٹے سُوت کے کاتنے سے باریک سُوت کاتنا بہتر ہے اگر تم نے ایک تار بھی موٹے سُوت کا کات ڈالا تو گویا تم نے عمر بھر کی کمائی کو غارت کر دیا۔ اے جمالؔ! اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کے بغیر کوئی راہ سُجھائی نہیں دیتا!"

(ق) "اے بیٹی! تُو نے پرائے گھر جا کر اپنا قبیلہ بنانا ہے اِس لئے تُو اچھا کاتنا سیکھ لے۔ وہاں تو یہ پوچھیں گے کہ تُو کیا جہیز لائی ہے کیا تُو نے ماں باپ کے گھر میں عمر ضائع کر دی تھی؟ تمہیں ماں، خالہ، پھوپھی وغیرہ کیا نصیحتیں کرتی تھیں۔ اے جمالؔ! بہت بڑا داغ اُن لوگوں کو ہوگا جنہوں نے اپنی عمر غفلت میں ضائع کر دی!"

مُندری کا گیت

فارسی میں معشوق کے لئے "تُرک بچہ" یا "تُرک" استعمال کیا جاتا تھا۔ جیسے

؎ اگر آں ترکِ شیرازی بدست آرد دلِ ما را
بخالِ ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را

یہ تُرک نوجوان فوجی سپاہی تھے جو اپنے بانکپن کی وجہ سے پسند کیے جاتے تھے۔ ملتانی زبان میں "سپاہی" کا لفظ معشوق کے معنی دینے لگا۔ ذیل کے گیت میں یہ لفظ انہی معنوں میں مستعمل ہُوا ہے :-

مُندری ڈُبے ڈُبے ماہیا   مُندری ڈُبے ڈُبے ماہیا
ماہیا ڈھول سپاہیا!   مُندری ڈُبے ڈُبے ماہیا

مُندری میڈی اُٹیاں گُٹیاں
متی بھر دیاں پھر دیاں جُٹیاں

سِر تے منگھیاں چایا   مُندری ڈُبے ڈُبے ماہیا

مُندری میڈی پان پڑدپی
ماہی میڈا بہندے ٹوپی

رُت گرمی دی آئی آ   مُندری ڈُبے ڈُبے ماہیا

مُندری میڈی اِٹکے مِٹکے
سَس جھڑکیندی سوہرا جھٹکے

نندھڑے ڈیر چھڑایا   مُندری ڈُبے ڈُبے ماہیا

مُندری میڈی ونج پئی راہ تے
آسی ڈھولا بہسی بھاتے

حُقے لوڑھ وسایا   مُندری ڈُبے ڈُبے ماہیا

ترجمہ

"میرے محبوب سپاہی! میری انگوٹھی دے دے! تھل کی مٹیاں جوانی کی مستی میں سروں پر دودھ کے برتن اُٹھائے آ رہی ہیں۔ میرا محبوب ٹوپی پہنتا ہے۔ گرمی کا موسم آگیا ہے، محبوب تو بھی آجا۔ میری انگوٹھی مجھے واپس دے دو! میری ساس میرے ساتھ جھگڑتی ہے اور میرا سسر مجھے جھڑکیاں دیتا ہے۔ دونوں سے مجھے چھوٹے دیور نے چھڑا لیا ہے۔ میرا محبوب آئے گا اور آگ کے قریب بیٹھے گا، حقّہ پینے کے بہانے سے! میرے محبوب! میری انگوٹھی واپس کر دے!"

چھلّے

چھلّے کے گیت پُرانے زمانے کی "چیز" ہیں۔ آج کل بہت کم لوگ "چھلّے" گاتے ہیں۔ مندرجہ ذیل "بول" بوڑھے لوگوں سے حاصل ہوئے ۔۔

جانی مُنہ ڈِکھانویں ہا

چھلّا پاتی کھڑیاں ہِک　　　میڈی ہنیں پئی لاندھی ہِک
میکوں تیڈی پئی ہے چھک　　　جانی مُنہ ڈِکھانویں ہا!

"میرا دل تیری طرف کھچا جا رہا ہے۔ تیری چاہت کو تسکین نہیں مل رہی، جانی مُنہ دکھا دو!"

چھلّے پاتی کھڑیاں ڈُو　　　نمبردار شہر دا توُں
وسّن ڈِسے غریباں کوُں　　　جانی مُنہ ڈِکھانویں ہا!

"شہر کا نمبردار تو ہے، غریبوں کو بھی آرام سے زندگی گزارنے دے"

چھلّے پاتی کھڑیاں ترے	میڈے گوڈے تے چڑھ بہہ
میکوں نہیں مریندا اپئے	جانی مُنہ ڈِکھانویں ہا

"میرے محبوب! آؤ میرے زانو پر بیٹھ جاؤ، مجھے شوہر نہیں مارے گا"

چھلّے پاتی کھڑیاں چار	میڈا یار گیا بزار
گھِدّی آندے پھلاں دے ہار	جانی مُنہ ڈِکھانویں ہا

"میرا دوست بازار گیا ہے، میرے لئے پھولوں کے ہار لائے گا!"

چھلّے پاتی کھڑیاں پنج	لگا آنویں سنْویں سنج
میڈی نہیں پئی ٹکدی ہنج	جانی مُنہ ڈکھانویں ہا

"میرے محبوب! سرِ شام آجانا، کیونکہ میرے آنسو رکنے میں نہیں آتے"

زائرین کے گیت

چیت کا مہینہ میلوں ٹھیلوں کا مہینہ ہوتا ہے۔ چیت کا چاند دکھائی دیا، اور دیہاتی لوگ قافلہ در قافلہ پیروں فقیروں کے مزاروں کی طرف چل پڑے، اونٹوں پر کجاوے ڈالے ہوئے ہیں۔ عورتیں اور بچے ان پر سوار ہیں اور مرد پیدل جا رہے ہیں۔ ڈھول شہنائیاں، نفیریاں بجاتے، خوشیاں مناتے یہ لوگ ہزاروں کی تعداد میں مزاروں پر جمع ہو جاتے ہیں۔ ہر جمعرات میلہ لگتا ہے۔ جس میں خوش اعتقادیوں کے عجیب و غریب مظاہرے ہوتے ہیں۔

ٹہر، اظہارِ عقیدت گیت

قافلے والوں کو مزار کا گنبد دُور سے نظر آیا تو انہوں نے صاحب مزار کے گن گانا شروع کر دیئے۔ یہ ایک گیت ہوتا ہے، جسے ملتانی زبان میں ٹہر کہتے ہیں۔ خواجہ سلیمان صاحب تونسویؒ، سلطان سخی سرورؒ، بہاؤ الحق ذکریا ملتانیؒ، سُلطان باہُو صاحبؒ، مخدوم رشید صاحبؒ اور شہباز قلندرؒ، کی ٹہریں بہت مشہور ہیں فنِ شاعری کے لحاظ سے یہ ٹہریں، نہ تو قصیدہ کہلائی جا سکتی ہیں اور نہ اُن میں شعریت ہوتی ہے۔ بلکہ یہ خاص قسم کے بول ہیں جو گیت کی شکل میں خوش اعتقاد مریدوں کی زبان پر چڑھے ہوئے ہیں۔ ان گیتوں کے گانے میں عوام جذباتیت

کے رنگ میں ڈوب جاتے ہیں، اور ان پر ایک ناقابلِ تشریح مستی سی چھا جاتی ہے چند ایک ٹھیڑیں جو ہمیں دستیاب ہو سکی ہیں پیش کی جاتی ہیں۔ بہاؤ الحق زکریاؒ کی ٹھیڑیں سندھی زبان میں ہیں۔ کیونکہ ان کے مرید سندھ سے آکر اُن کا عرس مناتے ہیں۔

سُلطان سخی سرورؒ

سُلطان سخی سرور کا مزار ڈیرہ غازی خاں سے جانبِ جنوب مغرب تقریباً ۲۴ میل کے فاصلے پر ہے، چلچلاتی دھوپ میں جھلسی ہوئی چٹانیں مزار کی پاسبانی کر رہی ہیں۔ شمال کی جانب دامن مزار کو چومتی ہوئی ایک تیز رفتار ندی بہتی چلی گئی ہے، جس کے کنارے پر اونچی اونچی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، شمالی کونے میں دُور ایک سینہ فگار پہاڑی کی چوٹی پر سُلطان سخی کے "چاریاروں" کا مزار ہے۔ یہاں تک پہنچنا جان جوکھوں کا کام ہے۔ کیونکہ راستہ بہت پھسلواں اور دم شکن ہے۔ یہاں تک کہ اگر پائے نگاہ بھی لغزش کھا جائے تو اسے سایۂ دیوارِ سلطان کے سوا اور کہیں گوشۂ عافیت نصیب نہ ہو۔ پانی کا دُور دُور تک نشان نہیں ملتا۔ کالے کالے پتھر ہر طرف انبار در انبار بکھرے ہوئے ہیں، سبزہ اُگے تو کہاں اور کس جگہ؟ خاموشی کا یہ عالم کہ اپنے دل کی دھڑکن بھی صاف سُنائی دے۔ ایسے بے آب وگیاہ اور سُنسان کوہساروں میں بھی علم وعرفان کے کیا کیا چشمے پھوٹے کہ جن کی آبیاری آج تک جاری وساری ہے۔

زائرین کے قافلے راستے کی صعوبتیں خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے چاروں طرف سے اُمڈے چلے آرہے ہیں اور فضاؤں میں یہ گیت تھرا

رہا ہے :۔

بھل پئے پوندے نی سرور بھل پے پوندے نی
تیڈی ماڑی اندروار بھل پے پوندے نی

سندھ رانی وچ بیڑا گھڑیا ہیرے موتیاں نال ہے جڑیا!
پہلی پوڑھی سرور چڑھیا سنگاں کوں پار پچاسے!

تیڈی ماڑی اندروار، بھل پے پوندے نی!

در تیڈے تے کھوہ نہ کوئی کھوہ نہ کوئی کھوئی نہ کوئی
چشمے جھول پلا کبوتر چگدے نی تیڈی ماڑی اندروار کبوتر چگدے نی
در سید دے دیگاں چڑھیاں میں وی در تے آئی کھڑیاں
ونڈ ونڈ کھانون بال کبوتر چگدے نی چگ چگ ہوئے نہال کبوتر چگدے نی
چھوٹیاں چنجاں لال کبوتر چگدے نی زرد سلیٹی لال کبوتر چگدے نی
در تیڈے تے بڈھڑیاں مائیاں ہتھیں ڈنگوریاں ٹردیاں آئیاں
نوں نوں کرن سلام بھل پے پوندے نی تیڈی ماڑی اندروار بھل پے پوندے نی
چار چراغ تیڈے بلن ہمیشہ پنجواں لالو لال بھل پے پوندے نی
در سید دے ساوا کال ہے ڈیویں مراد، ساڈا اللہ دا ناں ہے
ہر دی آس پچا کبوتر چگدے نی تیڈی ماڑی اندروار کبوتر چگدے نی
در سید دے کئی ساوی جال ہے ڈے مراداں ساڈی مجال اے
ساڈی آس پچا بھل پے پوندے نی تیڈی ماڑی اندروار بھل پے پوندے نی
چادرے یار نیکوں بھوں پیارے آپ نالوں سید اچے کھلارے

ڈِسَنْ لِگا دربار پھل پے پوندے نی   تیڈی ماڑی اندروار پھل پے پوندی نی

ترجمہ

"سرور سلطان! تیرا مزار کتنا پُر شوکت ہے۔ ہر وقت اس پر پھولوں کی بارش ہو رہی ہے۔ سندھ کے مُلک میں بیڑا تیار ہُوا۔ جس میں ہیرے اور موتی جڑے گئے۔ پہلی سیڑھی پر سلطان سرور نے قدم رکھا۔ سرور! ذائرین کا بیڑا پار کر دے!

تیرے در پر نہ کوئی کُنواں ہے اور نہ چاہک! رحمت کے چشمے پھوٹ رہے ہیں۔ ہمیں ان چشموں ہی سے پلا دے! کبوتر دانہ چُگتے پھرتے ہیں۔

تیرے در پر ہر وقت دیگیں چڑھتی رہتی ہیں۔ میں سائل ہو کر تیرے در پر آئی ہوں۔ اپنے روحانی بچوں کو (اپنی مہربانی کا حصہ) برابر برابر بانٹ دے۔ جس طرح کبوتر دانہ چگ رہے ہیں۔

کبوتر کتنے پیارے ہیں۔ زرد رنگ کے کبوتر، سلیٹی رنگ کے کبوتر اور سُرخ آنکھوں والے کبوتر، جن کی چھوٹی چھوٹی چونچیں ہیں!

تیرے در پر لاٹھی ٹیکتی ہوئی بُوڑھی عورتیں دُور دراز کا سفر پیدل طے کر کے آئی ہیں۔ یہ عورتیں تجھے جھک جھک کر سلام کرتی ہیں۔

تیرے مزار پر ہر وقت چار چراغ جلتے رہتے ہیں، اور پانچواں ایک سُرخ رنگ کا قیمتی لعل ہے جو جگمگ جگمگ کر رہا ہے۔

سیّد کے در پر سبز اُکاہنہ کا درخت ہے، میرے دل کی مرادیں پوری کر۔ میرے پاس سوائے اللہ کے نام کے اور کچھ نہیں۔ ہر سائل کی آس پوری کر دے۔ جس طرح تیرے عظیم مزار پر سب کبوتر دانہ چُگ رہے ہیں اور خوش ہیں۔

تیرے در پر ایک سبز جال کا درخت ہے، ہماری مرادیں پُوری کر! ہماری توبہ ہے۔ سب لوگوں کی آسیں پوری کر دے، تجھے اپنے چار یار بہت پیارے ہیں۔ تُو نے اپنے سے اونچی جگہ ان کے لئے منتخب کی ہے۔ کیا عظیم الشان دربار لگا ہوا ہے۔ جہاں ہر وقت پھولوں کا مینہہ برس رہا ہے!"

لال علیسنؒ

لال علیسنؒ صاحب کا مزار کروڑ ضلع مظفر گڑھ میں واقع ہے۔ اس مزار کی زیارت کے لئے میانوالی، جھنگ، مظفر گڑھ، اور ملتان کے اضلاع سے ہزاروں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ بھادوں کی چودہ تاریخ کو میلہ لگتا ہے۔ چیت کی ہر جمعرات کو زائرین قافلہ در قافلہ آتے ہیں۔ اور رات بھر دربار پر جاگتے رہتے ہیں۔ اس مزار کی حکومت سارے تھل کے علاقہ پہ ہے۔ اس لئے تھل کے خوش اعتقاد دہقان زیادہ تر آسیب زدگان کے علاج کے لئے یہاں آتے ہیں۔ عورتیں چڑھاوے چڑھاتی ہیں اور بڑی عقیدت کے ساتھ منّتیں مانتی ہیں۔ ان کا گیت یہ ہے:-

سوہناں لال وے پکاراں دھمی دیاں
ڈے خوشیاں غم ٹال وے پکاراں دھمی دیاں
در تیڈے تے کوئی چٹی تاں مسیت ہے   پڑھو نمازاں، اے ساڈی ریت اے
سوہناں لالاں دا لال وے پکاراں دھمی دیاں
ڈے خوشیاں غم ٹال وے پکاراں دھمی دیاں
در تیڈے تے سیدا کئی پتھراں دے روڑے   منگاں دعا میکوں ڈے بچڑیاں دے جوڑے
سوہناں لال وے پکاراں دھمی دیاں
ڈے خوشیاں غم ٹال وے پکاراں دھمی دیاں
در تیڈے سوہنیاں کئی ساوی جال اے   ڈے تاں مراداں آنواں بچڑیاں نال اے
سوہناں لال وے پکاراں دھمی دیاں
ڈے خوشیاں غم ٹال وے پکاراں دھمی دیاں

ترجمہ

"اے صاحبِ جمال حضرت لال صبح سویرے کی پکاریں سُن۔ مجھے مسرّتیں عطا کر دے اور میرے غم ٹال دے!

تیرے در پر پتھروں کے روڑے پڑے ہیں۔ دعائیں مانگتی ہوں تو مجھے بیٹوں کا جوڑا عطا کر دے۔

تیرے در پر سبز جال (پیلو) کا درخت ہے۔ میری مرادیں پوری کر دے۔ میں اپنے بیٹوں سمیت تیرے دربار پر حاضر آؤں گی

اے لالوں کے لال! میری صبح کی فریاد سُن!"

مخدوم رشید حقانیؒ

حضرت مخدوم رشید حقانیؒ ملتان شہر سے جانبِ جنوب مشرق ۱۶ میل کے فاصلے پر ایک درگاہ ہے۔ جہاں دُور دراز سے زائرین آتے ہیں، اور اپنی اپنی مرادوں کے لئے مَنتّیں مانتے ہیں۔ ایک گیت ملاحظہ ہو:-

آنواں تیڈے جوہے حقانی سئیاں
میڈے من دے مطلب ہوئے پُورے
میڈا اہلِ قریش دا بال وو، میں چُنڑدیاں بُوٹی چنبا
ڈیساں تیڈی بکری حقانی سئیاں
جیں ویلے سورداں آن بکریں
میڈا اہلِ قریش دا بال وو، میں چُنڑدیاں بُوٹی چنبا
ڈیساں تیڈی روڑی حقانی سئیاں
میکوں بخش بھرانواں دی جوڑی
میڈا اہلِ قریش دا بال وو، میں چُنڑدیاں بُوٹی چنبا
ڈیساں تیڈا دیٹا، حقانی سئیاں
ڈے چا میڈے بھرانواں کوں بیٹا
میڈا اہلِ قریش دا بال وو، میں چُنڑدیاں بُوٹی چنبا
ریڑھ بیتھر دا چدّا، حقانی سئیاں
ہُن تھی پو مریداں کوں سدّھا

میڈا اہل قریش دا بال ووئیں چُنڑدیاں بُوٹی چنبا
میں چُنڑ چُنڑ لائے انبار ووئیں چُنڑدیاں بُوٹی چنبا

ترجمہ

"اے حقانی پیر! تیرے دربار پر آتے ہی میرے من کے مطلب پورے ہو گئے۔ تُو قریشی الاصل ہے۔ میں تیرے مزار پر چڑھانے کیلئے یاسمین کے پھول چن رہی ہوں!

اے حقانی پیر! میں تیرے دربار پر ایک بکری ذبح کروں گی بخدا میری دستگیری کرنا۔ جس وقت بھی تجھے مدد کے لئے پکاروں!

اے حقانی پیر! تیرے دربار پر گڑ کی بھیلی بانٹوں گی، تُو مجھے بھائیوں کا جوڑا بخش دے۔ اور تیرے مزار کی چادر لاؤں گی، تُو میرے بھائیوں کو بیٹا عطا کر دے!

اے حقانی پیر! (میری دعا کے مستجاب ہونے کی نشانی کے طور پر) پتھر اپنے مزار سے لڑھکا دے، اور اپنے عقیدت مند مُریدوں کی مرادیں بر لا! میں تیرے مزار پر چڑھانے کیلئے یاسمین کی کلیاں توڑ رہی ہوں اور اُن کے انبار لگا رہی ہوں!"

شہباز قلندرؒ

اب ایک مست کر دینے والی لہر ملاحظہ ہو۔ جو مست قلندر جھولے لال یا حضرت شہباز قلندر کے زائرین گاتے ہیں:۔

لال میڈا پت رکھیں ذرا

جھولے لالن سندھڑی دا

اُچا روضہ پیر تیڈا ایتھ وگے دریا	سہلا جھولے لالن سندھڑی دا

شہباز قلندر، لال قلندر، لال

مائیاں کوں توں بچڑے ڈیندیں	بھینڑیں کوں ڈیندیں ویر ملا

جھولے لالن سندھڑی دا

شہباز قلندر، لال قلندر، لال

گھڑی گھڑی تیڈی نوبت وجدی	نال وجے گھڑیال بھلا

جھولے لالن سندھڑی دا

شہباز قلندر، لال قلندر، لال

ترجمہ

"اے میرے لال! میری فریاد کی لاج رکھیو! سندھ کی باسی کی فریاد سنیو! میرا مست موالی لال ہمیشہ جھومتا رہے!

تُو ماؤں کو بیٹے اور بہنوں کو بھائی عطا کرتا ہے۔ اے میرے شہباز قلندر! میرا مست موالی لال! تو ہمیشہ دمئے الست کے نشہ میں) سرشار رہے!

پل پل میں تیری نوبت بج رہی ہے اور گھڑیال بج رہا ہے زمانے بھر میں تیری شہرت کا ڈنکا بج رہا ہے، میرے شہباز قلندر! میرے مست موالی لال! (خدا کرے)، تُو ہمیشہ جھومتا ہی رہے!"

شاہ حبیبؒ

شاہ حبیبؒ کا مزار لیہ ضلع مظفر گڑھ میں ہے۔ ہر عید کے دوسرے دن یہاں میلہ لگتا ہے۔ چیت کے مہینے میں ہر جمعرات کو زائرین دُور دُور سے آکر چڑھاوے چڑھاتے ہیں۔ ذیل میں ایک حرفی دی جاتی ہے جو حضرت مولانا نور محمدؒ صاحب کی تصنیف ہے :-

حمد آکھاں اوں خالق دی جو مالک سچّا سائیں
گُوناگوں بنائیں خلقت کئی خادم تے کئی سائیں
لکھ ہزار درود نبیؐ کوں کُل اصحاباں تائیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُچائیں
جو آندے گھِن مطلب ویندے واہ دربار مُعلّیٰ
سُبح صباح نہ رہندا خالی جیہ دربار مُحلّا
بیعت مزید ہووِن ہر ویلے روز کنوں شب تائیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُچائیں
نال ذات صفات تُساڈے کیا کجھ کہیں وِنجایا
ملک فلک جنھ رہن سلامی کون آدم دا جایا
گُل پھل رہن ہمیشہ تازے وانگوں باغ ارائیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُچائیں
اَندھے اِتھوں اکھیں لہندے وِچ مرہم شفائی

ٹنڈے منڈے صحیح سلامت دِل کالے صفائی
مُکھے زِتّے روزی لہندے واہ لنگراں دا سائیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُجائیں

رات ڈِہاں در رہے کشادہ جو آوے سو آوے
دیگ کرم دی گرم ہمیشہ ہر کس کوں رنگ لاوے
سَے رنگے سَے پئے رنگیندے میکوں وی رنگ لائیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُجائیں!

وِچ قندیل چراغ بلیوِن جوں مہتاب سمائی
روشن اُستھوں روضہ سارا نال صحن سرائی
دل نُور تن مسکین نمانی وی روشن کرائیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُجائیں!

پنج ڈِہاڑے گُزرے میکوں وچ خدمت ئیں شاہ دے
اُتھی جال دے ہیٹھ بلہایو نال ڈِمبھاڑوں رودے
کر فریاد نیاز پکارے نور تن سنج صباحیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُجائیں!

کل کوں ہے تیاری میڈی جے اجازت ہووے
تھی دِلشاد وںجاں میں گھر کوں خیر جیکر کجھ پووے
علم عمل تے ملکہ جیّدہ ہو عطا میں تائیں
شاہ حبیب حبیب خدا دا تُرت مُراد پُجائیں!

ترجمہ

"اُس خالق کی حمد کہیے جو سچا مالک ہے۔ جس نے گوناگوں خلقت بنائی ہے۔ جس میں کوئی نوکر ہے اور کوئی آقا۔ اِس کے بعد نبی کریم اور ان کے اصحاب کو درُود پہنچے۔ اے خدا کے دوست! شاہ حبیب! میری مراد پوری کرو!

یہ ایسا اعلیٰ دربار ہے کہ ہر وقت بھرا رہتا ہے، اور جو بھی یہاں آتا ہے، اپنا مقصود پالیتا ہے۔ دن رات تمہارے بخت زیادہ ہوتے رہیں۔ کسی نے تمہارے دربار پر آکر کچھ ضائع نہیں کیا۔ یہاں فرشتے اور آسمان تک سلام کرتے ہیں۔ انسان کی کیا مجال ہے کہ دَم مار سکے۔ پھُول تمہارے مزار پر ایسے تازہ رہتے ہیں جیسے چمن میں ہوں!

اندھوں کو آنکھیں مِل جاتی ہیں، زخمیوں کو مرہم شفا مِل جاتی ہے۔ لنگڑے لُولے صحیح و سالم ہوجاتے ہیں اور دل کے کالے صاف باطن۔ بھوکوں پیاسوں کو روزی مِل جاتی ہے۔ کیوں کہ تُو لنگروں کا مالک ہے۔ تمہارا دربار ہر وقت کھُلا ہے، جو آئے سو آئے!

تمہارے کرم کی دیگ ہر وقت کھُلی رہتی ہے، اور ہر شخص بہرہ یاب ہوتا ہے۔ سینکڑوں رنگے جاچکے ہیں، سینکڑوں رنگے جارہے ہیں مجھے بھی رنگ دے!

قندیل میں چراغ ایسے جل رہا ہے، جیسے آسمان کا چاند ہو
اس سے سارا دربار منوّر ہو رہا ہے۔ نورنؔ کے دل کو بھی منوّر
کر دے۔ یہ مسکین بچارا اسی کا آرزو مند ہے!

آپ کی خدمت میں آئے ہوئے مجھے پانچ دن ہو گئے
ہیں، آپ نے مجھے راستے کے مشرق کی طرف شمالی جال کے
نیچے بٹھا دیا ہے۔ نیاز مند نورنؔ صبح شام فریاد کر رہا ہے!

کل واپس جانے کی اجازت مل جائے، دل شاد ہو کر
گھر جاؤں۔ مجھے علم و عمل کا جیّد ملکہ مل جائے!"

مزاروں کے مناظر

مزاروں پر جب کبھی معتقدانِ عشق و مستی جمع ہوتے ہیں، راگ، اور رنگ کا ایسا طوفان پیدا ہو جاتا ہے کہ حجر و شجر جھوم جھوم جاتے ہیں۔ نظارہ بھی کیا خوب ہوتا ہے۔ ایک طرف جال (پیلو) کے درختوں کے جھنڈ میں کچھ قلندر لوگ بیٹھے ہیں اور ایک بہت بڑے کونڈے میں بھنگ رگڑ رہے ہیں۔ بھنگ رگڑنے کا ڈنڈا بہت وزنی ہونے کے علاوہ رنگین اور گھنگھروؤں سے مرصع ہوتا ہے۔ جس کی طرحدار جھنکار بھنگ نہ پینے والوں کو بھی مست بنا دیتی ہے۔ بادام، خشخاش اور بھنگ، یعنی سبز بوٹی۔ آتشِ سیال کی حدّت نہ سہی برگِ حشیش کی برودت ہی غنیمت ہے۔ دُنیا اور مافیہا سے بے خبری اور غمِ دوراں سے نجات کا ذریعہ تو ہے۔ بہشت میں صرف

دیوانے ہی داخل ہو سکیں گے۔ اس آگہی کا بُرا ہو۔ اس نے ہمیں ڈبو دیا ہے۔ دیوانہ باش! ؎

اوست دیوانہ کہ دیوانہ نہ شُد
اوست فرزانہ کہ فرزانہ نہ شُد

وہ دیکھئے، سامنے کیا جمگھٹ لگ رہا ہے۔ یہ تو ایک مست موالی فقیروں کا گروہ ہے۔ بدن پر بھبوت، آنکھوں سے چنگاریاں چھوٹ رہی ہیں۔ ایک فقیر، جو سب سے زیادہ مست دکھائی دیتا ہے۔ الغوزہ بجا رہا ہے۔ باقی فقیر عالمِ مستی میں جھوم رہے ہیں۔ اور یہ بند بار بار دُہرا رہے ہیں ؎

او رمز پیارے والی جس دم عاشق صادق پاوِن
او وانگ سپی دے سینے اندر موتی بھیس چھپاوِن
ہس ہس کے او سُولی چڑھدے اُلٹی کھل لہواوِن
یار پیارا راضی تھیوے لکھ لکھ شکر مناوِن

ترجمہ

"یہ خود فراموش خدامست صوفی، جو عاشق صادق ہیں۔ جس وقت اپنے محبوب کا راز پا لیتے ہیں تو اُسے اپنے سینے کے اندر اسی طرح چھپا لیتے ہیں۔ جس طرح صدف گوہرِ آبدار کو چھپا لیتی ہے (یہ مست الست لوگ) کسی قیمت پر اپنے دل کا بھید ظاہر نہیں کرتے، بلکہ برضا و رغبت سُولی پر چڑھ جاتے

ہیں، یا اپنے جسم کی کھال اتروانے کی آزمائش برداشت کر لیتے ہیں، تاکہ جس طرح بھی ہو محبوب راضی ہو جائے، خواہ اس کے راضی کرنے میں جان تک بھی دینی پڑے۔ تو سستے چھوٹے اور خدا کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا۔ کیونکہ ؎

جان دی، دی ہوئی اُسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق اَدا نہ ہُوا

ختم

کتبہ، صالح محمد جماکی